

# پتھر کی موت

مصنف — جیسس ہڈے چیز

مترجم — طاہر رانا

قیمت 1-00

A contact loved ones.

ایک رابطہ ایپس  
کامراڈ کے زیر اہمیت

www.PakistaniPoint.Com

## پیش حفظ

”پتھر کی موت“ پیش خدمت ہے۔

ناول کے متعلق صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ یہ بھی ہمیں ہیٹلے چیز کی تخلیق ہے۔ جی اے ڈی ہیٹلے چیز..... جیسے تجس کا بادشاہ کہا جاتا ہے اور جو زندہ و جاوید کردار تخلیق کرنے میں بدرجہ اتم نہایت رکھتا ہے۔ موصوف کے تین ناول پڑھنے کے بعد جب میں اس ناول کو پڑھنے بیٹھا تو بے اختیار میرا جی چاہا کہ اس کا ترجمہ کر ڈالوں..... سو یہ سبب تھا اس ناول کے اردو میں منتقل ہونے کا.....

میری پہلی کاوش یہی ہے؟ اس کا فیصلہ تو آپ لوگوں نے کرنا ہے ویسے اتنا طے ہے کہ اگر آپ نے حوصلہ افزائی کی اور ناول کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا تو آئندہ بھی وقتاً فوقتاً کامران سیریز کی محفل میں حاضر ہونا ضروری ہے۔  
یہ جناب ملک غلام محمد صاحب کلے حدشکر گنہگار ہوں جنہوں نے مجھے آپ لوگوں سے متعارف ہونے کا موقع فراہم کیا اور ہاں جناب سرانجام الدین شیدا صاحب کا بھی جنہوں نے تحریر کے میدان میں میری انہماکی فرمائی۔

طاہر یار نالا پلپور

کامرانہ سیرت کتب خانہ ۱۲۰ روپے سیکشن

# گھر کا چراغ

ڈینی بائیڈ کے دفتر کی بجائے ایک بار میں مارہقا ہنر لٹن نے ڈینی سے ملاقات کر کے بتایا کہ اس کا والد مارہقا کی والدہ کے چھوڑے ہوئے ٹرسٹ کا مالک بننے کے لئے اپنے بیٹے اور دونوں بیٹیوں کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔

ڈینی بائیڈ نے کیس ہاتھ میں لے لیا اور مارہقا کی بہن کلیمی کو فارم ہاؤس سے لے آیا مگر اس دوران مارہقا کا بھائی فلپ قتل ہو چکا تھا۔ پھر واقعات تیزی سے رونما ہونے لگے۔ ڈینی کی خاموشی پٹائی کے بعد کلیمی کو فارم ہاؤس پہلے جا کر قتل کر دیا گیا۔ ڈینی بائیڈ حالات کے بدلے پر بہت ہوا فارم ہاؤس پہنچا اور اسے دہرے قتل کے الزام میں حوالات پہنچا دیا گیا۔

دلچسپ اور سنسنی خیز واقعات کا ایک رنگین مرقع، جس میں قدم قدم پر ہوجانے والا سطر اب کا سمنہ لہریں لیتا ہے۔ کارڈر بلوئن کی اس لا جواب جاہلی تضحیق کو سرانج الدین شیدانے اردو کے سانچے میں ڈھالا

کرے میں کل چار افراد موجود تھے۔

بار کا نوٹ لے چکے جارج ایک کلاس کپڑے سے چمکاتے ہوئے ان لوگوں کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

ویلیکوت نے جیب سے ایک سکہ پرآمد کرتے ہوئے ایک مویل سانس لی یہ خوب تھا

اکمل پوچی کی حیثیت رکھتا تھا۔ فریڈمین اور دس سانس والی کرسیوں پر سہارا تھا۔ وہ

لوٹ دھککے دو دو کلاس سپر ہاچکے تھے۔ ادب ان کی ٹوہیں حریفانہ انداز میں غالی کلاس کی سطح پر جم کر رہ گئی تھیں۔۔۔۔۔ ویلیکوت سب سے چینی سے اپنی پیشانی رگڑ رہا تھا۔

”ایسے وہاں سے تو میں آدمی کھوٹے سننے کی طرف سے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔“

داس نے بھڑپ چمکاتے ہوئے کہا۔

”ویسے بھی یہ قصبہ جہنم کا نمونہ ہے۔ فریڈمین نے بھی لقمہ دینا مناسب سمجھا۔“

”بھیلک کہتے ہو۔“ ویلیکوت نے پینہ پر کھینچتے ہوئے کہا۔ ”خدا مارت کرے۔“

اس گمراہی کو..... جس کی وجہ سے شراب بھی حلق سے اتارنا مشکل ہو گیا ہے :

فریڈین کا وردہ لسنے لگا وہ بے اعتنائی سے اسے دیکھا۔

میرا خیال ہے میں اتنی لڑی بھی محسوس نہیں کر رہا کہ شراب حلق سے نہ اتار سکوں

فریڈین نے خالی گلاس میں سر گھماتے ہوئے کہا۔

جہاز نے جلدی سے کاؤنٹر پر جھکا۔

کیا میں نہیں دوبارہ بھر دوں شراب؟ وہ ویلکٹ سے مخاطب ہو کر بولا۔

صرف دو گلاس۔ میں نہیں پیوں گا۔ " قہر سے تو قہر کے بعد اس نے تھکی تھکی

آواز میں کہا اور آخری سکے کا ڈنٹر پر اچھالی دیا۔

کمرے کا ماحول سوگوار ہو گیا تھا۔ چند لمحوں تک وہاں بھاری سکوت طاری ہوا

پھر جہاز نے دسہ کی کے دو گلاس بھر کر اس اور فریڈین کے سامنے رکھ دیئے اور وہ

دونوں ویلکٹ کی جانب دیکھنے بغیر شراب کی چکیاں پیئے گئے۔ حالانکہ اس بات سے

وہ غائب باخبر تھے کہ یہ ویلکٹ کا آخری سکہ ہے مگر وہ اس سہری موقع کو ہاتھ

سے کھنڈ پیئے پیر۔ غماز مند نہ تھے۔

جہاز نے چاہے پر کمرہ کہ سکے بکس میں ڈالا اور وہ بارہ گلاس صاف کر لئے گئے

ویلکٹ کو شے اب اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے پھپھایا تھا۔ دونوں معلوم ہوتا تھا کہ

وہ اپنے دلی جذبات کو اپنے ہاتھوں کے سلنے عیاں کرنا نہیں چاہتا تھا۔

دو تاسیلاں کا خود کار دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی اس کے

چہرے سے قہر سے گھبراہٹ اور ہچکچاہٹ مترشح تھی وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی

کاؤنٹر کے قریب پہنچی۔

”گڈ مائننگ مس ہوگن اب تمہارے باپ کا کیا حال ہے؟“ جارج نے بلیٹی کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

”ایک پیگ اسکاچ“ لڑکی نے اسپاٹ لہجے میں کہا۔

جارج نے پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلدی سے نکاس بھر کر اس کے آگے رکھ دیا لڑکی نے نکاس تھاتھتے ہوئے ایک نوٹ جارج کی طرف اچھاں دیا۔ اس دوران لڑکی نے بظہرنا اپنے دائیں بائیں کا جائزہ لے لیا تھا۔ علاوہ ازیں اس نے کمرے میں موجود افراد کی بھی نگاہیں اپنے جسم میں کھتی ہوئی بھی محسوس کی تھیں۔

”میں یہاں۔۔۔ بد دن بیٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔“ اس نے جارج سے کہا۔  
”لہذا باقی رہزنگاری مجھے بولنا دور۔“

جارج نے رہزنگاری ٹن کر اسے کوٹائی، رہزنگاری سنبھالتے ہوئے اس نے اک شان بے نیاز می سے کمرے کے افراد کو دیکھا اور سر جھٹک کر وہ دہانے کی جانب بڑھ گئی احمد کے جانے کے بعد کئی لمحوں تک کمرے میں سناٹا طاری رہا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ان لڑکوں کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

”غضب کی لڑکی تھی۔“ فریڈرین نے خاموشی کے طلسم کو توڑا۔ ”تم نے دیکھا اس نے نیچے کوئی لباس نہیں پہن رکھا تھا!“

دیکوٹ کی نگاہیں اب بھی وہاں سے پرہی ہوئی تھیں اس امید پر کہ شاید وہ لوٹ آئے۔

”یہ نظارہ واقعی قابل دید تھا۔“ جافزے تائیدی لہجے میں کہا۔ ”تم ٹھیک کہتے ہو واقعی اس نے زیر جامہ نہیں پہنا تھا۔“

” بڑی پٹا خر قسم کی لڑکی ہے، ویلکوت نے دروازے سے نظر میں لیا کہ کہا،  
 ” آج کل اس نے پیرے قصبے میں آفت چار رکھی ہے، ظالم بلا کی سیکی ہے مگر ہے ہر جانی  
 کسی کو بھی گھاس نہیں ڈالتی۔“

” ہرج، ہرج، تم کچھ بھی نہیں جانتے، فریڈمین اس کی کم عقلی پر امنوں گہرے  
 ہوتے ہوئے، گھاس تو وہ ضرور ڈالتی ہے، مگر کوئی اور بچی آسامی پھانسی گہرے رات  
 ہی کی بات ہے میں نے اسے انجینئر کے لڑکے کے ساتھ کھیتوں میں داد عیش دیتے ہوئے  
 دیکھا تھا۔“

دارے نے سوچا کہ ان لوگوں کو بوڑھے پرچ ہوگن کی لڑکی کے متعلق اس قسم کی  
 باتیں کہہ لے ہوتے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ بوڑھا پرچ ہوگن اب بھی اتنا ہی خطرناک ثابت  
 ہو سکتا تھا، جتنا کہ وہ ماضی میں رہا تھا۔

معا، کھٹاک کی آواز نے تمام لوگوں کو چلنا دیا، سیلون کا دروازہ ایک کھوکھلے  
 سے کھل گیا، اور فرش پر ایک وسیع و عریض سایہ نظر آنے لگا۔

دروازے کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص نے خود کار دروازے کو دونوں ہاتھوں سے کھٹاک  
 کھٹاکا، سیاہ فیلٹ ہیٹ اس کی پیشانی پر ٹھیکہ ڈال دیا، جس سے اس کی آنکھیں چھپ گئی  
 تھیں۔ جارج نے سر تاپا نواد کا بغیر غماز جا بڑھ لیا، اجنبی کا سیاہ کوٹ پوشیدہ اور  
 میل کھیل ہو چکا تھا، زپٹوں میں جلد جگہ ٹانگے کے ہوئے تھے، اس کے سوتے تو تقریباً  
 چھٹ کر چھوٹے ہو گئے تھے۔

اجنبی نے تیسے قدموں سے چلتا ہوا ایک میز کے قریب پہنچا، اور وہاں پڑی ہوئی  
 ایک ٹالی پیٹ کو بٹھا کر بغیر دیکھا پھر دوبارہ اسے الٹا کر رکھ دیا، ایک طاہر انداز نگاہ

تینوں افراد پر ڈالی اور کاؤنٹر کی جانب بڑھنے لگا۔  
 ”مجھے ڈلن کہتے ہیں؟ اجینی کاؤنٹر پر گہنی ٹکلتے ہوئے جارج سے مخاطب

ہوا:

”بڑی خوشی ہوئی یہ جان کر، جارج نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ کیا پیش  
 کریں؟“

”ایک گلاس پانی؛ ڈلن کی آواز سپاٹ اور گھمبیر بھٹی۔

”یہاں خالی پانی نہیں ملتا، مگر“ جارج نے حیرت سے اسے گھورا۔

”لیکن مجھے پانی چاہیے۔“ ڈلن کا لہجہ ہر سہری سا تھا۔ سناٹم نے کتے کے پلے؟

جارج نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر نیچے سے چاقو نکالنے کی کوشش کی مگر ڈلن

نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور سرواچے میں بولا۔

”اتر کے پیٹھے تم کوئی حادثہ نہیں کرو گے۔“

جارج اس کی آنکھوں سے شدید وحشت اور دوندگی ٹپکتی دیکھ کر کانپ اٹھا

اس کے ہاتھ بے اختیار ساکن ہو گئے۔

”شاباش۔ تم اپنی کھوپڑی میں واقعی دماغ رکھتے ہو۔“ ڈلن نے مطلب

لہجے میں کہا۔

”یہ نو پانی؛ جارج سرخا۔“ در اپنا منہ دھو کر کہا یہاں سے فناں ہو جاؤ“

کمرے میں گھٹ۔ گھٹ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ڈلن سانس بے بغیر پانی کی

پوری بوتل چسپاٹھا گیا۔

ان تینوں نے اب بوڑھے ہوٹن کی ایلر کی کے متعلق تصدیق کر دی تھی۔



”میں اس قصبے پر ایک خبیث بدروح کو منڈلاتے دیکھ رہا ہوں یقیناً یہاں آفت برپا ہونے والی ہے، فریڈمین نے بلند آواز سے کہا۔

جارج کی پیشانی پر پینہ ابھرا یا اس نے کاؤنٹر کے نیچے سے ہاتھ نکال کر فریڈمین کو تنبیہ کی کہ وہ اجنبی کے بلے میں اس قسم کے دیوانگ پاس کر نہ لے۔ لیکن فریڈمین اپنے ساتھیوں کے وجود کا احساس دل میں لے چڑھا بیٹھا تھا۔ اس لئے اس نے ہر قسم کی احتیاط کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔

”جارج اس مجھدر کی اونا دو کہ یہاں سے نکال پھینک اس کی موجودگی سے کمرے کا ماحول غلیظ ہو کر رہ گیا ہے۔“

ڈن نے بڑتل آہستگی سے کاؤنٹر پر کئی ادب سرگھما کر اس کی طرف دیکھا، اس کے پاس اور چٹان جیسے چہرے نے فریڈمین کو بوکھلا دیا۔

”یوہا سٹریٹ۔“ ڈن کی آواز کمرے میں گونجی۔ ”تم جیسے سجدوں کا نہ ہیری راتوں میں گولی مارتے ہوئے مجھے قلبی سکون ملتا ہے۔“

اس کی آواز میں کچھ ایسا دبدبہ پنہاں تھا کہ فریڈمین پر کبھی طاری ہو گئی، وہ غیر منظر ری کیفیت میں۔ اپنی لمبی گھائروں ویلکوسٹ سے باتیں کرنے کا اسی وقت ایسی گولڈ برگ اندر داخل ہوا وہ ساٹھ سالہ شخص تھا، اس کے جسم میں اگر کوئی قابل ذمہ چیز تھی، تو وہ اس کی چھوٹی چھوٹی تیز اور چمکدار آنکھیں تھیں۔

لوڈھ نے قریب پہنچ کر نوادہ کو سرتا پاٹھور کر دیکھا اور پھر لوٹا۔

”کیا تم یہاں اجنبی ہو؟“

”نہیں میرے باپے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں پڑے میاں۔“

اپنی نے جارج کا بنایا ہوا جام پکڑ لیا اور اس کے قریب آکر کہنے لگا۔  
 ”اگہ تم جھوٹے ہو تو میرے ساتھ چلو میری بیوی بہت اچھا کھانا پکاتی ہے۔“  
 ڈلن نے ٹٹولتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔  
 ”میں واقعی بہت جھوٹا ہوں۔“

اپنے آخری گھونٹ حلق سے اتارا اور بل ادا کر کے لگا۔ تو جارج نے آہستگی  
 سے اس کے کان میں سرگوشی کی: ”مسٹر ایپ کو ایسے چور اچکوں سے محتاط دہنا چاہیے۔“  
 آپ نہیں جانتے یہ اپنے سگے باپ پر بھی وار کرنے سے نہیں چوکتے۔“ لیکن ایسی لاپرواہی  
 سے شانے اچھال کر باہر نکل گیا۔ ڈلن اس کے تعاقب میں تھا۔ سڑک پار کر کے وہ جارج  
 کے سیلون سے کچھ دور ڈلن کو اپنے سیلون میں لے گیا۔

ایسی گولڈ ہرگ، کہ اپنے چھوٹے سے اسٹور پر بہت ناز تھا۔ ہر شے کی روزمرہ کی  
 اشیاء و اہل سے دستیاب ہو سکتی تھیں۔ بعض لوگ ایسی کو اپنے گھر سے لے کر نکال دیتے تھے  
 دوسرا اسٹورز کی نسبت چیز اچھی مل جاتی تھی۔ مگر اس کے لئے لوگوں کو وہاں دوام سے قہر  
 زیادہ ہی ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے اکثر لوگ بوڑھے سے لڑائی جھگڑا کرتے نظر آتے  
 تھے۔ لیکن وہ بہت جلد لوگوں کو قابل کر دیتا کہ وہ دنیا کی نعمت بھنے کا بیجا غریب نہ رہیں۔  
 ایسی ڈلن کو لئے ہوئے اسٹور میں پہنچا۔ اس کی بیوی اس سے ایک سال بڑی  
 تھی۔ اس کے صدم پر چربی کی لٹی تھیں چڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن اس کے وجود پر ڈلن  
 اپنی بیوی پر جان بچھا کر دیکھنے لگتا تھا۔

”کیا آج پھر باورچی خانے میں کسی پیڑ کو بھیج رہے ہو؟“ اس کی بیوی نے منہ پنا

کر پوچھا۔

”اودہ ڈارلنگ“ وہ فہر دیا نہ لہجے میں بولا۔ ”وہ بہت بھوکا ہے اس لئے میں اسے گھر لے آیا تھیں یا وہ نہیں ہم نے بھی کافی عرصہ خاقہ سستی میں گزارا ہے بناؤ کیا تم اسے ایک وقت کا کھانا بھی نہیں دے سکتیں!“

”ایسے موقعوں پر تم ہمیشہ یہی الفاظ دہراتے ہو۔“ اس کی بیوی نے مسکرا کر کہا جواب میں کچھ کہنے کی بجائے بولے ”میں اسے اپنی آغوش میں چھپا کر کئی گھنٹے سے ڈالے۔“

جب ایسی دوبارہ کچن روم میں آیا تو ڈن و جینیوں کی طرح کھانے پر ٹوٹنا پڑا تھا اس دوران اس نے ایک ریت بھی آٹھو اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ بس خاموشی سے نوالے پر نوازہ حلق سے اتار رہا تھا۔

”تم کہاں سے آرہے ہو؟“ کھانے کے بعد ایجنے اس سے پوچھا۔

”بہت دُور۔“ ڈن نے مختصر سا جواب دیا۔

ایجنے اپنا مختصر سا جیم ایک کمرے پر گھمرا دیا اور بولا۔

”تم یہاں کیا کام کرنا پسند کر سکو گے؟“

ڈن نے روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر منہ میں رکھا اور آہستہ آہستہ جبہ ڈن سونو

حرکت دیتے ہوئے کمرے کی پشت کمرے سے ٹیک رکھا کہ ”جیو گیا۔“

”ہے۔۔ سنا تم نے؟“

”جو بھی مل جائے۔“

”تھلے لئے تھوڑی سی بیئر لاؤں؟“

”ہی بیئر ویسٹ کچھ نہیں پیتا۔“ وہ رکھائی سے بولا۔

”سگھٹ“

”اس کی بھی ضرورت نہیں“

”کرے باہر اسٹور میں روزی کسی سے جھگڑ رہی تھی۔ اس کی چیخ دیکھ کر سن

کہا جی بولا۔

”ادھ میں ابھی آیا شاید میری بیوی پھر کسی سے جھگڑ پڑی ہے۔“

”دلن کچھ کہنے کی بجائے چپ چاپ ماچن کی تیلی سے اپنے دانت کھیدتا رہا۔  
ایسی اسٹور میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ ویلکونٹ کاؤنٹر پر جھکا روزی کو  
کینہ تو زلفوں سے گھور رہا ہے۔“

”یہ کیا ہو رہا ہے!“ ایسی نے دریافت کیا۔

”میں نہیں بتاتا ہوں لوگے پٹھے۔“ ویلکونٹ چلا گیا۔ بات یہ ہے کہ یہ

مجھے ریزگاری نہیں لوٹا رہی۔“

”وہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے سٹر ویلکونٹ۔“ ایسی بولا۔ ”وہ تم سے چیز کی معیہ

قیمت لے رہی ہے۔“

”باقی ریزگاری تمہیں دینا ہی پڑے گی، ورنہ میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔“

ویلکونٹ حلق پھاڑ کر چیخا اور جارحانہ انداز میں آگے جھک کر اپنی پر حملہ آور ہوا مگر  
ایسی پیچھے ہٹ کر خود کو بچا گیا۔

”بند کرو یہ سب کچھ۔“ دلن اچانک ہی اسٹور میں آگیا تھا، ویلکونٹ نے کی

ترنگ میں تھا۔ جن کی وجہ سے اس کی کھوپڑی ہوا میں تیر رہی تھی۔

”بے ادب چھند کی اولاد تجھے درمیان میں پھنسا ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جا د“

اندر جا کر مفت کی روٹیاں توڑو۔ وہ حلق کے بل چیخا۔

ڈلن تیزی سے اُگے چھپٹا اور ویلکونٹ کو گمربیان سے پکڑ کر ایک زوردار گھونٹہ اس کے جڑے پر مارا درو کی شدت سے ہلبلا کر ویلکونٹ نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔

اب یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ اسی طرح گھونٹے مار مار کر منہ توڑ دوں گا۔  
ڈلن انت پیسے ہوئے غرایا۔ ویلکونٹ منہ چھپلے بلبلا تا ہوا باہر نکل گیا۔  
تمہیں اسے اتنی بری طرح نہیں مارنا چاہیے تھا۔ ایسی بولا۔ ڈلن اس کی بات سنی ان سنی کر کے باہر جانے لگا۔

ایک منٹ۔ میسر خیال میں مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔

شکریہ کی ضرورت نہیں بڑے میاں۔

گولڈ ڈیئر میرا خیال ہے تمہارے اپنے ہاں نوکر رکھ لو۔ روزی بولی۔

لیکن۔ بولڈھے نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ مالیہ واقعے سے وہ

ڈلن سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔

تمہیں اکثر مدد کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ یہ تمہارے اسٹور کے کاموں میں ہاتھ

بٹا سکتا ہے۔

شاید تم کھٹیک کہتی ہو۔ ایسی کچھ سوچ کر بولا۔

ہے سٹر میری بیوی کا خیال ہے تم اسٹور کے کاموں میں میرا ہاتھ بٹا سکتے ہو۔

کہو تو اس معاملے پر بات چیت ہو جائے۔

ڈلن دروازے پر پہنچ کر رکھا اور پھر پلٹے ہوئے بولا۔

کہلاتے ہوں۔

”اوہ مجھے افسوس ہے لیکن دراصل پاپا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کسی شادی شدہ مرد کے ساتھ پھروں؟ اس نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے باپ کی آڑ لے لی۔ یہ کہہ کر وہ اسے اسی طرح حیران پریشان پھیلے کمرے بڑھ گئی۔ اور لیکن محض اس کے جیت لیا میں اس کے جسم سے پتھر کتنے زادلپوں کو تکتا رہ گیا۔

گھر کے سامنے پہنچ کر اس نے لکڑی کا پینا ہوا گیٹ اندر دھکیلا اور چار دیواری میں چلی آئی۔ اس کی آنکھیں چاروں طرف منڈلا رہی تھیں۔ مگر اس کے دل کی گہرائیوں سے ایک صدا بگولے کی طرح شور مچانے لگی۔ مجھے اس گھر سے نفرت ہے۔ نفرت ہے۔ شدید نفرت۔!!

بارغ میں ہر سوز و رنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ مٹی خشک ہو کر پتھر کی طرح سخت ہو چکی تھی۔ جیسے عرصے سے اسے پانی نصیب نہ ہوا ہو۔ مکان ایک منزلہ تھا۔ اور لکڑی سے تعمیر کیا گیا تھا۔ جس پر بادش کی مٹی کی مٹی سی تہہ چڑھ گئی تھی۔ سوز و رنگ کی تیر کرندوں کی وجہ سے لکڑی خستگی کی سی حالت میں بدل چکی تھی۔ غرض کہ تمام مکان غریب اور تنگ دستی کی منہ پڑتی تصویر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سیڑھیوں کو پھلانا لگتی ہوئی برآمدے میں آئی جہاں پچھ ہونگ سوز و رنگ کی تپش سے محفوظ چھڑی اٹھتے ہیں پتھر سے بیٹھا تھا۔

”میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا؟“ وہ بولا۔

مائدہ اس کے نزدیک کھڑی ہو کر اسے گھورنے لگی۔ بوڑھے ہونگ کا چہرہ جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا جہاں اب گہرے پڑ گئے تھے۔ اس کا سر دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا

جیسے کسی آدمی کے کندھوں پر بڑا سا تلویر رکھ دیا گیا ہو۔ خوفناک آنکھوں میں سینہ  
 تلیل اپنی جگہ ساکن تھیں۔ جنہیں دیکھ کر ظاہر ہوتا تھا کہ یہ بینائی کی چمک سے آزاد  
 ہو چکی ہیں۔ مائہ کلال ہمیشہ اس کی آنکھوں کے اوپر تقریباً لٹکتی ہوئی بڑی بڑی بھونپ  
 اور کشادہ جبرے دیکھ کر ساپ اٹھتا تھا۔ وہ بوڑھے سے بے مدخالقت رہتی تھی  
 ”تم اب تک کہاں رہی ہو؟“ بوڑھے کی آوازیں ترمی ترمی ترشح تھیں۔

مائہ نے دھسکی کی بوتل لباس کے اندر سے نکال کر میز پر رکھ دی اور رقم سے  
 بھری ہوئی پتیلی بوڑھے کی گود میں اچھال دی۔  
 بوڑھے نے اپنی کھروری انگلیوں کی مدد سے پتیلی کو ٹولا اور پھر اسے اپنی جیب  
 میں ٹھونس لیا۔

”اگر چلو مجھے تم سے چند ضروری باتیں کہنا ہیں۔“

وہ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئی ہونٹ تھکا ہوا کہلا تا تھا۔ بوسیدہ  
 فرنیچر کمرے میں ادھر ادھر لپے ترمیمی سے پھیلا ہوا تھا۔ بوڑھا پنج چھڑی کے ذریعے رستہ  
 تلاش کرتا ہوا کمرے میں آگیا۔ وہ دس سال سے اس اذیت میں مبتلا تھا۔ پہلے پہل تو یہ اندھیرا  
 اس کے لئے وبالِ جان بنا رہا مگر رفتہ رفتہ وہ اس کا عادی ہو تا چلا گیا۔  
 مائہ ایک میز پر بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگی اور ہونگ کلاس نکالنے ایک لمبائی  
 کو طرف بڑھ گیا۔

کلاس دھسکی سے بھر کر اس نے ایک لمبا ٹھونٹ لیا اور انگلیوں سے ہونٹ پونچھتے  
 ہوئے بولا۔

”اس وقت تمہاری عمر کتنی ہوئی؟“

”سترو مل۔“

”ذرا میرے پاس آؤ۔“ اس نے کہا، مگر مائٹہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔  
 ”سنا انہیں تم نے؟“ وہ چلایا، ”یہ مت سمجھو کہ میں اندھا ہونے کی وجہ سے بے  
 بس ہو گیا ہوں۔ میں خود بھی تمہیں پکڑ سکتا ہوں۔“  
 طوعاً، کمرہ بادہ اس کے قریب پہنچی۔ اور الجھن آمیز لہجے میں بولی۔ ”آخر تم چاہتے  
 کیا ہو؟“

بوڑھے نے اس کا ہاتھ لٹولا اور پھر اس کے کمرے کے ہاتھوں کی انگلیاں مائٹہ  
 کے جسم کے مختلف اعضا پر سانپ کی طرح رینگنے لگیں۔ مائٹہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔  
 اور سوچنے لگی کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟  
 ”تم۔“ اب تم مکمل طور پر جوان ہو چکی ہو۔“ ہتھوڑی دیر لپوڑ بڑھے نے گزیا  
 اپنا فیصلہ سنا دیا۔

”تم اپنے یہ منہ اس ہاتھ فچھ سے دور رکھا کرو۔“ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر جھلا کر  
 بولی۔

”بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں!“  
 ”میرے پاس تمہاری فضول گفتگو سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔“ وہ چلا کر  
 بولی۔ جس پر بوڑھے نے جھپٹ کر اس کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔

”کیا کی کچی کچھ معلوم ہے تم نے اب محلوں کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے ہیں۔  
 تم یہ سمجھنے لگی ہو کہ میں تم پر قابو نہیں رکھ سکتا تو سن لو یہ تمہاری بھول ہے تمہاری بہتری  
 اسی میں ہے کہ جو میں کہوں اسی پر عمل کرو۔“



ماننے اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑانے کی بھرپور کوشش کی مگر بوڑھے کی گتہ نہ بے حد مضبوط تھی۔

یہ جاننا ہوا کہ آج کل تم کیا کل کھلا رہی ہو قصبے کے لونڈے پالتو کتوں کی طرح تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں، تمہارا ماں بھی اسی قسم کی حرکتیں کرتی تھی۔  
 ”تم پاگل ہو گئے ہو میں کسی لڑکے کے ساتھ نہیں بھرتی“

”اچھی بات ہے۔“ بوڑھے نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ ”اس مرتبہ تو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں لیکن آئندہ ان حرکتوں کا اعادہ نہیں ہونا چاہیے۔“ بوڑھا چھٹکارا۔  
 ”تمہیں بھی دیکھ لوں گی بڈھے کھوسٹ۔“ وہ دل ہی دل میں تلملائی۔

”اچھا بابا قاب میرے لئے کھانا تیار کر دو۔“

اسی لمحے مکان سے باہر چھانک کے دیکھے ایک کہن سالہ کارا زرد داخل ہوئی اور اس میں سے تین افراد برآمد ہوئے۔ ماںہ نے کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھا۔ اور پھر بھاگتی ہوئی اپنے بیڈروم میں آکر بستر پر ڈھیر ہو گئی اس کی آنکھوں سے اس کی اندرنی مہمہ کی عکاسی ہو رہی تھی۔ اس کے گداز اور سرخ مرطوب ہونٹوں پر تبسم نہ تھا کہ رات تھا۔

جرتی اپنے باکسر کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر ماںہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

باکسر نیکی سینہ تانے پہنے تے قدموں سے بوڑھے کے قریب پہنچا۔ اس کے ساتھ اس کا ٹمیزرینک بھی تھا۔

”بیٹھ جاؤ جرتی۔ سناؤ تمہارے پیچھے کیا کیا حال ہے؟“ بوڑھا بولا۔

سودا خریدنے پہلی آتی تھیں۔ ڈلن کی شہرت کی ایک بڑی وجہ قصبے کے غنڈے و بیلکوت کی پٹائی بھی تھی۔

اس کی سرد مہر آٹھیں اور سفاک چہرہ دیکھ کر اکثر لوگ اس سے خائف رہتے تھے۔ بعض لوگ اشیاء خریدتے ہوئے بڑی احتیاط سے اپنا درعا بیان کرتے تھے۔ مبادا وہ ہتھے سے لکڑی کی بیٹی ہی نہ نکال ڈالے۔

کچھ لوگ جارج کے سیلون میں بیٹھے گفتگو کرتے تھے۔ "موصوفی سخن" ڈلن ہی تھا۔ اسی اثناء میں جونی اندر داخل ہوا وہ قصبے میں کافی مقبول شخصیت کا مالک تھا۔ "سناؤ یا راجہ کل کیا کہہ رہے ہو؟" فریڈمین نے اس سے دریافت کیا۔

"جھک مار رہا ہوں، جونی خاک بھول چڑھا کر بولا۔

"اچھا کام ہے۔" فریڈمین ہنس پڑا۔ "کیا پوچھتے؟"

"رائی چلے گی۔"

جارج نے اس کی میز پر بوتل اور گلاس لاکر رکھ دیا۔

"تمہارے چٹھے کا کیا حال ہے؟" فریڈمین نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔" جونی شراب پیتے ہوئے بولا۔

"میں اس پر رقم لگا چکا ہوں۔ میرا خیال ہے وہ جیت جائے گا، ویسے فرنیس

بھی برا نہیں۔ میرا ارادہ پہلے اسی پر رقم لگانے کا تھا۔" ڈلن نے کہا۔

"کیا ہی اچھا ہو کہ تمہارا بیٹھا ڈلن کو بھی رگڑ ڈالے۔" فریڈمین نے کہا۔

"ڈلن۔؟" یہ کس جانور کا نام ہے؟

فریڈمین اسے ڈلن کے متعلق بتانے لگا۔

۔ چیز تو قابل دید لگتی ہے۔ میں اسی وقت اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ جہر فی بولا۔  
 جہر فی اسٹور میں داخل ہوا تو اس وقت اسٹور خالی تھا۔ کاؤنٹر پر ڈون کہنیاں  
 لٹیکے اسے گھور رہا تھا۔ اپنا لباس تودہ تبدیل کر چکا تھا۔ گمر شیو ابھی تک برہمی  
 ہوئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جہر فی کی رگ دپے میں سردی کی لہر دوڑ  
 گئی۔

۔ ایسی کہاں ہے؟ اس نے دیے ہی بات چھیڑی۔

۔ یا ہر گیا ہوا ہے۔ بھاب ملا۔

۔ وہ کب تک واپس آئے گا؟

۔ معلوم نہیں۔

اول درجے کا خبیث لگتا ہے۔۔۔۔۔ جہر فی نے دل میں سوچا۔

۔ کیا تم یہاں نووارد ہو؟

۔ کیا تم ہی وہ شخص ہو جو سینکی کی پشت پناہی کر رہا ہے؟ ڈون نے الٹا

سوال داغ دیا۔

۔ ہاں۔

۔ اسے دن بدن کیا ہوتا جا رہا ہے؟

۔ کیا مطلب؟

۔ اس کا دنگ زرد ہو رہا ہے کیا تم اسے کچھ کھلاتے پلاتے نہیں ہو؟

اس بات پر جہر فی کا دماغ سلگ اٹھا۔

سنو۔ میں اس قسم کی گفتگو کا عادی نہیں ہوں سمجھے؟

وہ اسے گینہ توڑ خطروں سے گھون کر بولا۔

کیا واقعی؟ اس نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی ہنسی اتنی ذہریلی محسوس ہوئی کہ جرنی نے گھبرا کر موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

فریکس کاسینکی سے مقابلے پا چکا ہے؟ وہ بولا۔

اور سینیکی جیت جائے گا۔ کیوں؟

نہیں میرا خیال ہے وہ ہار جائے گا۔ اور میری اس پر لگائی ہوئی رقم پر پانی پھر جائے گا۔

لیکن میرا خیال ہے میں اگرچاہوں تو تم یہ مقابلہ جیت سکتے ہو۔ ڈن کا لہجہ معنی خیز تھا۔

تت.... تم

میں کوئی ایسی ترکیب سوچ سکتا ہوں جس سے سینیکی جیت جائے اور تمہاری رقم بھی نہ ڈوبے۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ جرنی آنچلے کر کہا۔

یہ میں نہیں تمہاری ضماندی کے بعد ہی بتاؤں گا۔

اچھی بات ہے۔ اگر تم بات کو پچ کے مکان پر پہنچ جاؤ تو اس مسئلے پر گفتگو ہو سکتی ہے۔

پچ ہو گئی..... وہ بولڑھا لگدھ.....؟ ڈن نے سوچتے ہوئے کہا۔

ہاں وہ اندھا ہے۔ اور قہجے سے باہر ایک مکان میں رہتا ہے۔

”مجھے منظور ہے .... اور کون کون سینی میں دل چسپی لے رہا ہے؟“  
 ”ایک تو بینک ہے وہ اس کا ٹرنیر ہے۔ اور دوسرا ال مورگن جو کہ بالنگ کے  
 منتظم کی حیثیت رکھتا ہے۔“

”رات کو ان دونوں کو بھی لے آنا البتہ سینی کو اس معاملے سے الگ ہی رکھا جائے

تو بہتر ہے۔“

جب جرنی واپس لوٹا تو اس کے دل پر ڈلن کی دھاک بیٹھ چکی تھی، نہ جانے  
 کیوں اسے یقین ہو چلا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا، وہ کمرے بھی دکھا سکتا ہے۔  
 ماہرہ ڈلن کے باپ سے میں لوگوں کی باتیں سننے کے بعد اسے ایک نظر دیکھنے کے لئے  
 بے چین ہو گئی۔ .... ادنیٰ ایڑی کی ہوتیاں کھٹاک۔ کھٹاک بجاتی ہوئی جب  
 وہ اسٹور میں داخل ہوئی تو اسے یقین تھا کہ ڈلن اس کا چہیت اور باریک لباس  
 دیکھ کر اس کے قدموں میں لوٹنے لگے گا۔

”اندر آ جاؤ باہر کھڑی کیا دیکھ رہی ہو؟“ ڈلن نے اسے دروازے پر کھڑا

دیکھ کر کہا۔

وہ اندر چلی گئی۔

”کیا چاہتے؟“ ڈلن نے چوتھم منہ میں گھماتے ہوئے پوچھا۔

”اگر تم اپنا انداز گفتگو بدل دو تو بہترین سیلزمین بن سکتے ہو“ ماہرہ نے

بے نیازی سے پرس گھماتے ہوئے کہا۔

”میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں اگر کچھ لینا ہے تو لو ورنہ یہاں سے

بھاگ جاؤ۔“ وہ تیزی سے بولا۔ ماہرہ نے تلملا کر اس کے منہ پر ہتھ پڑا دینا چاہا۔

مگر دلن نے پھرتی سے اس کی کلائی پکڑ لی۔

”اپنے آپے میں رہو کتیا۔“ وہ غرایا۔ ”فلسی ہیر و ونوں کے سے ناروا نڈاز یہاں  
نہیں چلیں گے۔“

”یو باسٹرو!“ وہ حلق کے بل چیخی۔ ”میں تمہیں اپنی اس بے عزتی کا مزہ چکھا  
دوں گی۔“

ایسی تکرار سن کہ باہر نکلا اور بولا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“  
”تم نے ایک نہایت بد تمیز، اجڈ اور گنوار شخص کو یہاں ملازم رکھا ہے اس نے  
میری....“

دلن نے پھر سے بھیسے کی طرح ہاتھ گھما کہ ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر سے مارا  
اور لالت گھا کہ ایسی زور سے ماٹھ کے کہ لپے پر ماری کہ وہ لپٹ کھڑا ہوئی دروازے  
سے باہر نچوڑا کہ سڑک پر جا پڑی۔

”یہ۔۔۔ یہ تم نے کیا کہہ دیا۔“ ایسی غصے سے بولا۔ ”یہ بڑھے بچے ہو جن کی لپٹ کی  
سے اسے معلوم ہو گیا کہ ہنگامہ کھڑا کہہ دے گا۔“

”بس۔ بس میں کچھ سننا نہیں چاہتا ان حرافہ کی بچیوں نے آگے میرا ناطقہ  
بند کہہ رکھا ہے۔ جسے دیکھو ناز و ادا دکھلانے چلی آتی ہے۔“

”کچھ میسے کار و بار کا خیال کہہ لوگ کیا کہیں گے؟“ ایسی اس کے پیچھے  
یا درجی خلعے میں آتا ہوا بولا۔

”اب یہ ٹمٹم بند کہو۔“ دلن غرایا۔ ”تمہارے کار و بار کا کچھ نہیں بلٹتا یہ  
منجوس کار و بار تو بد بود کی طرح سائے قصبے میں پھیلا ہوا ہے۔۔۔۔۔ بس بس اب میں

مزید کچھ نہیں سنوں گا۔

۴

تمام لوگ ڈلن کے انتظار میں بچ کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ چاند کی مسحور  
کن روشنی درختوں سے چھن چھن کر ان کے چہروں پر پڑ رہی تھی۔  
ماٹھ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں روتے روتے سرخ ہو رہی  
تھیں۔ چہرہ شدید نفرت کی وجہ سے بگڑ گیا تھا۔  
”آخر وہ ہے کون؟“ بوڑھا یہ سوال تیسری مرتبہ کہہ رہا تھا۔  
”میں کیا بتا سکتا ہوں۔۔۔ مجھے تو اتنا ہی معلوم ہے کہ وہ میں کوئی اچھا  
مشورہ دینے آ رہا ہے۔“ جرنی نے کہا۔  
تھوڑی دیر بعد ڈلن اندھیرے کی چادر سے نمودار ہوا اور پر آندے سے  
آگیا۔

”بچہ۔ ڈلن آگیا ہے۔“ جرنی نے اسے بتایا۔  
بوڑھے نے ٹول کہ ڈلن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور بولا۔  
”ہوں۔۔۔ تو تم ہو ڈلن۔۔۔ خدا کی فوجدار۔۔۔!“ اس کی آواز میں

تضحیک پوشیدہ تھی۔

ڈلن نے جھٹکتے اپنا ہاتھ پھرا لیا اور اک نگاہ غلط ادا زبڈھے کے چہرے پر ڈالی۔

”اپنا ہاتھ مجھے پکڑا دو میں ادا ز کہہ نا چاہتا ہوں کہ تم کتنے پانی میں مہر۔“  
ڈلن نے اپنا ہاتھ اسے پکڑا دیا۔ بوڑھے نے آہستہ آہستہ اپنی گھر درمی انگلیوں کا ہوا ہاتھ نا شروع کہہ دیا۔ ڈلن کی انگلیاں چٹخ چٹخ اٹھیں۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرات اکھڑائے۔ بوڑھے کی گہرے رشتہ رشتہ ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

دفترا ڈلن کا الٹا ہاتھ گھوما اور بوڑھے پرچ کی کپٹی پر ایک دھماکہ سا ہوا۔ بوڑھے کے ہونٹوں سے دبی دبی درد انگیز سسکاری نکلی اور اس نے گہرا کہہ ڈلن کا ہاتھ پھوڑ دیا۔

”اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ میں کتنے پانی میں ہوں۔“ ڈلن غرایا کافی دیر تک اس خاموشی مسلط رہی۔ بالآخر بوڑھا کھنکار کہہ پڑا۔

”ٹھیک ہے یہ شخص ہاتھ چلانا بھی جانتا ہے۔“ اس کی آواز کھرا لئی ہوئی تھی۔  
”تم کیا پینا پسند کہہ دو؟“ حمدی نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔“ ڈلن بولا۔ ”ہاں تو تم لوگ مقابلے میں سینکی کے جیتنے کے خواہش مند ہو۔۔۔۔۔ سنو۔۔۔۔۔ وہ اس وقت تک فرنیس کو نہیں ہراسکتا جب تک فرنیس اپنے پرانے داد بیچ بھول نہ جائے یا دوسرے لفظوں میں وہ ان کا استعمال ہی نہ کرے۔۔۔۔۔“



”تم کہنا کیا چاہتے ہو کھل کر بات کرو۔ جرنی نے پہلو بدل کر کہا۔  
 ”پہلے تو تم لوگ یہ بتاؤ کہ جو مشورہ میں دوں گا۔ تم اس کی فیس ادا کرنے کے  
 متحمل بھی ہو یا نہیں؟“

”بولو کتنا معاوضہ لوگے؟“ بھیڑیے کی شکل والا مورگن بولا۔  
 ”پانچ سو ڈالر۔۔۔۔۔ بولو منظور ہے۔۔۔۔۔ اس صلے میں میں ایسا بندوبست  
 کر سکنا ہوں کہ سینکی ہر حالت میں جیت جائے گا۔“  
 ”یہ بہت زیادہ ہے۔“ جرنی نے احتجاج کیا۔  
 ”تمہاری مرضی؟“ ڈلن نے لاپرواہی سے کہا۔ ”اگر تم لوگ اتنی سی رقم کی  
 خاطر لگائی ہوئی ساری دولت ضائع کر دینا چاہتے ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟  
 ”اچھی بات ہے پانچ سو ہی لے لینا۔“ مورگن نے کہا۔ ”مگر یہ رقم سینکی کے  
 جیتنے کے بعد ہی ملے گی۔“

”اوہ نہ۔۔۔۔۔ کچھ ایڈوائس بھی ہونا چاہیے مجھے کچھ اخراجات بھی بڑاشت  
 کرنے ہیں۔“

ہر شخص نے صلاح مشورے کے بعد اپنی اپنی جیبیں میز پر لٹا دیں اس طرح  
 کل ایک سو ڈالر جمع ہو گئے۔ ڈلن نے یہ رقم جیب میں ٹھونس لی۔

”اب بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”میں فرنیس کو اس بات پر مجبور کر دوں گا۔ کہ وہ کسی واؤنڈ کے دوران غوطہ  
 مار جائے،“ ڈلن نے معنی خیز لہجے میں ہر ایک کی جانب دیکھا۔

”اودھلا کی پناہ۔“ پرج نے سیٹی بجاتے ہوئے کہا۔ ”وہ تمہاری بیٹی بھی

نکال سکتا ہے۔

”یہ وقت آنے پر ہی معلوم ہوگا کہ کون کسکی بستی نکال سکتا ہے۔“ ڈلن بولا  
تمام لوگ چلے گئے گمہ وہ وہیں بیٹھا رہا۔

”میں نے تمہیں اسی وقت پہچان لیا تھا۔“ بوڑھے نے پچھنے سے کہا۔

”گمہ تمہیں اتنے زور سے کہ مارنا کس نے سکھایا ہے؟“

”اب اس ذمہ کو چھوڑو وہ مکہ میں نے تمہاری خواہش پر مارا تھا۔۔۔۔۔ کیا تم  
یہاں اکیلے ہو؟“

”نہیں میری لڑکی بھی ساتھ رہتی ہے۔“

”میں جلد ہی اس قبضے سے کہیں اور نکل جانا چاہتا ہوں۔ یہاں دولت کمانے کے  
امکانات غیر واضح ہیں۔ کیا تم میرا ساتھ دینا پسند کرو گے؟“

”نہیں۔۔۔۔۔“ بوڑھے نے سرگوشیا نہ لہجے میں کہا۔ ”میں اب کہیں نہیں جانا چاہتا۔“

”میں نے نیس کڈ شوٹ کر دیا ہے۔“ ڈلن نے میز پر جھکتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

دروازے کے پیچھے بھیڑ ہوئی ماٹمہ سر سے پاؤں تک نمڑا کھڑی

”ہاں وہ بہت سنگدل تھا۔“ پچ کی آواز مزید دہری ہو گئی تھی

”آج کل میں روپوش ہوں؟“ ڈلن کہہ رہا تھا۔ ”فیڈرل فوس میرے پیچھے بھی

ہوتی ہے۔“

بوڑھا خاموش تھا اس کی بے نور آنکھیں خلا میں سالت ہو کر مدہ گئی تھیں۔

”فرنیس کے متعلق کیا جانتے ہو؟“ ڈلن نے پوچھا۔

”وہ بوڑھا لگد۔۔۔۔۔ بہترین بانس سے اب تک کافی دولت کما چکا ہے۔“

جب تھوڑی دیر بعد دلن جانے کے لئے اٹھا تو ماہرہ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں پہنچی اور کھڑکی سے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی۔ جو گمروہیں سے بے خبر دور اندھیرے میں مدغم ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے دلن کا سفاک اور بے حس چہرہ گھوم رہا تھا اس کی سر دھراںکھیں بار بار اس کے سامنے آجاتی تھیں۔

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ جاگتی رہی..... جاگتی رہی..... اور پھر دفعتاً اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کے قطرے ڈھلک پڑے۔  
”اوہ مجھے تم سے شدید نفرت ہے.....!“ بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔

۵

جہر فی نہایت امتیاز سے کئی پچھلی سڑک پر کار چلا رہا تھا۔ دلن پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ نیٹ ہیٹ اس کی آنکھوں پر بھکا ہوا تھا۔  
رستے میں جہر فی کے اصرار پر دلن نے بتایا کہ وہ فرنیس کے ہاں جا رہے ہیں۔  
”سنو صابز!“ دلن نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ ”ہم لوگ فرنیس

کے ہاں جہان بن کر نہیں جلتا ہے۔ لہذا جاتے ہی معاملے کی بات شروع کر دینی ہے۔  
 ”بل۔ لیکن اگر میں نے سخت لہجے میں بات کی تو وہ سمجھ جائے گا۔“ جرئی نے ہنسی سے  
 ظاہر کی۔

”پڑا وہ مت کہ وہ پھر سے ہوتے جیسے سدھانا امیری پرانی ہوتی ہے۔“ ڈلن  
 بولا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندر ڈی جیب سے آٹو میٹک کولٹ کھینچ لیا  
 لیا اور دیکھ کر جرئی گھبرا گیا۔

”یہ... یہ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟“ وہ متھوک نکلتے ہوئے بولا۔  
 ”تمہیں یہ سوچ کر دجلا ہونے کی ضرورت نہیں۔“ ڈلن اسے گھور کر بولا۔  
 جرئی اندر ہی اندر ہچکچاہٹا رہ گیا۔ پھیپھڑے کا چڑھائی چڑھائی ہوتے  
 بری طرح لہرائی اور جرئی کا ہاتھ پکڑ لیا۔  
 ”کیا تم... اسے استعمال کرنے کا ارادہ کر نہیں رکھتے؟“

”نہیں...“ ڈلن نے جواب دیا۔ ”بشرطیکہ اس نے کوئی حادثہ نہ کی تو...“  
 ”سنو۔“ جرئی نے ہنسی سے کہا۔ ”میں کسی قتل کے کیس میں ملوث نہیں ہونا چاہتا  
 میرا تو یہ خیال تھا کہ یہ کام بغیر کسی غیر معمولی حادثے کے رد نما ہوئے طے پا جائے گا۔“  
 ڈلن نے ایک دم ہاتھ پڑھا کر کار کا سوپرچ آف کر دیا اور کار رک گئی۔  
 ”کیوں؟“ جرئی نے پوچھا۔

”کان کھول کر سن لو صاحبزادے!“ ڈلن نے ایک ایک لفظ چلاتے ہوئے خوفناک  
 لہجے میں کہا۔ ”تم اس وقت میرے ساتھ جا رہے ہو اور مجھے ایک بری سی عادت یہ ہے  
 کہ میں اپنے کام میں کسی ماحین میں کھانا پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے

کہ میں جو کچھ کہوں بلا چون و چرا اس کی تعمیل کر دو ورنہ ..... " جونی سارنگ ارد پڑ گیا  
یہ ڈلن کے خوفناک لہجے ہی کا اثر تھا۔

"بب..... بہت بہتر" وہ بمشکل تمام کہہ سکا۔

سار ایک مرتبہ پھر سڑک پر دوڑنے لگی۔ بالآخر وہ گیارہ بجے کے قریب فرنیس  
کے گھر پہنچ گئی۔

وہ دو دن دفعتاً کی قطار کے ساتھ ساتھ دروازے کے قریب پہنچی۔ جونی نے  
کال میل پر ہنگامی رکھ دی، دو کہیں اندر سے گھنٹی کی ترنم آواز سنائی دینے لگی، مقوی  
دیباچہ دروازے پر ایک عورت کا چہرہ نمودار ہوا وہ ایک جوان اور پرکشش عورت تھی  
یال سیاہ اور دراز صحت مند نکال اور سرخ دشا داپ ہونٹ چاند کی روشنی میں چمک  
رہے تھے۔ اور سینے کی تکی ہوئی گداز چھائیوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ایک بھرپور  
عورت تھی۔

"کس سے ملتا ہے؟" اس نے دریافت کیا۔

"کیون سے... سیاہ اندر ہے؟" جونی نے کہا۔

"اس سے میں نے تمہارے بارے میں کیا بتاؤں؟"

جونی نے ایک دھکے سے اسے پیسے دھکیلا اور خود ڈان کھائے اندر داخل

ہو گیا، عورت کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا۔

جونی نشست گاہ میں پہنچا جہاں فرنیس ایک آدمی کی سی پر نیم دراز ایک کشیر

خوار بچے کو بوتل کے ذریعے دودھ پلا رہا تھا۔

فرنیس ایک چوڑے چپکے سینے اور بھاری جڑیوں والا درمیانی عمر کا آدمی

تھا۔ بالنگ کے میدان میں آج کل چاروں طرف اسی کے تذکرے ہو رہے تھے۔  
 عورت دروازے میں تے کھڑے جہنی کو دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی  
 اور جھپٹ کر بچہ فرنیس کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ جو کہ گھبرائے ہوئے انداز سے دونوں  
 آدمیوں کی طرف استعجابیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”کیا یہ بھی کوئی آنے کا طریقہ ہے؟“ اس نے جہنی سے غرا کر کہا۔ جہنی جواب دیتے  
 ہوئے قد سے گھبرایا کیونکہ وہ پہلے ہی فرنیس سے دبتا تھا، مگر یہاں تو صورتحال یہ تھی  
 کہ وہ دو چکیوں کے درمیان پس کر رہ گیا تھا۔

”ہم تم سے کاروباری گفتگو کرنے آئے ہیں۔“ وہ ہمت کر کے بولا۔  
 ”لہذا دیر نہ کیجئے کہ باہرے جاؤ۔“ فرنیس نے اپنی بیوی کو ہدایت کی،  
 وہ بچے کو لے کر باہر چلی گئی۔ مگر چند لمحوں بعد بچے کو لٹا کر کمرے میں لوٹ آئی۔  
 ”اچھا تو شروع کر دو کاروباری گفتگو؟“ فرنیس نے خشک ہنچے میں کہا۔  
 ”ہم تمہیں یہ بتانے آئے ہیں کہ سینی اس مرتبہ جیتنے جا رہا ہے۔“

”اچھا۔؟“ فرنیس نے خندہ استہزائیہ کیا۔ ”بشرطیکہ وہ آخری راؤنڈ تک

جاگتا رہے۔“

”وہ جاگتا ہی ہے گا۔۔۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔۔؟ بلکہ تم خود ہی کسی راؤنڈ میں غلط

مار جاؤ گے۔“

”واو۔۔۔۔۔ واہ یہ کسی دشمن نے ہی اڑائی ہو گی۔“ اس کا لہجہ بدستور تھا۔

”یہ انواہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔۔۔۔۔ تم واقعی غلط ٹکائے جا رہے ہو۔“

بولا۔

”اڈھ تم...“ فرنیس نے چونک کر اسے دیکھا جیسے اس سے قبل وہ اس کی موجودگی سے بے خبر رہا ہو۔ ”لیکن تم ہو کون مسٹر...“ مجھے تو شکل سے اٹھائی گیرے دکھائی دیتے ہو۔“

”فرنیس تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔“ جرنی بولا۔  
 ”اس سے پہلے کہ میں تم دونوں کو اٹھا کر باہر چھینک دوں یہاں سے نود و گیارہ ہو جاؤ۔“ فرنیس جھلا کر بولا۔

”مدم تداون کی صورت میں تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو سکتے ہو مسٹر فرنیس“ ڈلن سرد لہجے میں بولا۔

”میں اپنی بات کو دم مر لے کا عادی نہیں ہوں۔“ وہ لا پرواہی سے بولا۔

”اچھی بات ہے۔ مسٹر ڈلن میں نہیں...“ لیکن اس سے قبل کہ ڈلن فقرہ مکمل نہ کرنا فرنیس کا ہاتھ تیزی سے میز کی دراز کی طرف بڑھا اچانک فرنیس کی بیوی خوفزدہ انداز میں چلا اٹھی۔ اگلے ہی لمحے ڈلن کے ہاتھ میں اٹو میٹک کو لٹ نظر آ رہا تھا۔ فرنیس نے ہلٹ کر صورت حال کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ دراز سے پرستے کھینچ لیا تھا۔ یہ الحاحات ایسے خطرناک تھے کہ جرنی کے رگڑے میں سنناہٹ کی لہر دوڑ گئی...“  
 فرنیس کی بیوی اس کے شانوں سے لگی سسکیاں لے رہی تھی۔

”سنوٹر بالسر!“ ڈلن بولا۔ ”تم سے جو کہا جا رہا ہے تم وہی کر دو گے کیونکہ اس کے سوا

اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ ہم نے اس لڑکے پر بے انتہا رقم لگائی ہے اور اب اسے مبالغہ جوتا نہیں دیکھ سکتے۔ میری ہدایت ہے کہ تم مقابلے کے دوران پانچویں ڈاؤنڈ میں چپ چاپ غوطہ لگا جانا...“ فرنیس خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

”جب تم اسٹیج پر نمودار ہو گے تو اپنے جوش و خروش کا اظہار کرو گے اور سینیکی  
 پر بڑھ چڑھ کر حملے کرو گے۔ مگر پانچویں راؤ بڈ میں تمہیں سینیکی کا ایک اتفاقہ کہ  
 تمہاری کینٹی پر لگے گا۔ جس کی وجہ سے تم گم جاؤ گے۔ اور دس لک گنتی گنتے کے باوجود  
 بھی نہیں اٹھو گے۔ اور دیکھو مجھے ڈبل کہ اس کہنے کی سزا بہت بھیانک ہوتی ہے  
 قتل کہ نامی سے لے لیا نہیں ہے جیسے چوٹی پکڑ کر مسل دی جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ  
 تم اپنے آپ سے ہاتھ دھو بیٹھو۔۔۔ کہو تمہارا کیا خیال ہے؟“  
 ”اوکے۔۔۔“ فرنیس آہستگی سے بولا۔ ”سینیکی جیت جائے گا۔“

دلن کو اری کے اسٹور پر اتارنے کے بعد جرنی نے سگریٹ سٹاک کا کہہ گاڑی آگے  
 بڑھا دی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ آسمان پر چھائے ہوئے اکا دکا بادلوں  
 و ت چھوٹے چھوٹے جھٹنے لگ رہے تھے چاند بلیوں سے آنکھ چوری کھیلنے میں مصروف  
 تھا۔

جرنی کا ذہن گزشتہ واقعات میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ آج اس پر یہ حقیقت  
 آشکارا ہوئی تھی کہ جس کی لامٹی ہوتی ہے۔ بھینس بھی اسی کی ملکیت ہوتی ہے۔



میدان ہتھیار رکھنے والوں کا ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ فرنیس جسمانی طور پر ڈالمن سے دو گنا تھا مگر دیوالدرے سامنے اسے زیر ہونا ہی پڑا۔

اچانک ایک لکڑی خال کے زیر اثر اس نے کار کو دائیں جانب موڑ دیا۔ بچ کے مکان کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی بھاڑیوں میں پھپھائی، سنگٹ جلائی اور اندر سے کی ادٹ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ ماٹہ کی کھڑکی سے لیمپ کی روشنی باہر آرہی ہے۔ قریب پہنچ کر اس نے کھڑکی کو اندر دھکیلا جو کہ پہلے سے کھلی ہونے کے سبب اندر کی جانب کھسکتی چلی گئی۔

وہ ہاتھ کے سہارے سے اندر کو دیکھا، سامنے ماٹہ مختصر سا لباس پہنے کھڑی تھی۔ اندر آنے کے بعد اس نے کھڑکی کا قفل بند کر دیا۔

”کون؟“ آہٹ پا کر ماٹہ اس کی طرف چلی۔

”ہے بی کیا تم اس وقت تنہا ہو؟“ وہ حوصلہ چاہتے ہوئے بولا۔

”ہاں.... لیکن تم اس وقت یہاں؟“ وہ گہرے استعجاب سے بولی۔

”پوچھا کہاں ہے؟“ وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

”وہ باہر گیا ہوا ہے۔ مگر اس وقت تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا وہ اب

آتا ہی ہو گا۔“

”پر شاہ مت کہہ۔“ وہ اسے اپنی آغوش میں لیتے ہوئے بولا۔ ”البتہ تم خود چھپنے

کی کوشش نہ کرنا، ماٹہ نے مرض بسل کی طرح چلنا شروع کر دیا۔

”... وہ آجائے گا نک.... پلیز.... تمہیں نہیں معلوم وہ دے پاو

چلا آتا ہے۔۔۔۔ اس وقت تک ڈیڑھ۔۔۔ دیکھو میرا کیا مانو۔۔۔ اوہ پلین۔۔۔ لیکن جرنی اس کے احتجاج سے بے نیاز اس کے ہونٹوں پر بوسے سے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ دونوں کے جذبات پر انگلیختہ ہوتے جاتے تھے۔ جرنی نے اس کے جسم پر موجود مختصر لباس کو بھی اتار پھینکا اور پھر حجب وہ اپنا لباس بھی اتارنے جا رہا تھا تو باہر سے کھٹکے کی آواز نے اسے چونکا دیا ہے۔

پورٹھا پرج اپنا بھاری جسم گھسیٹتا ہوا مائروہ کے کمرے ہی کی طرف جا رہا تھا۔ نہ جانے کس وجہ کے تحت وہ فضا کو گہم اور بھاری بھاری ماحوس کہہ رہا تھا سیڑھیاں چڑھ کر وہ برآمدے میں آیا اور ہوا کو سونگھتے ہوئے اس نے سوچا کہ یقیناً طوفان کی آمد آمد ہے۔

مائروہ کو بھی احساس ہو چکا تھا کہ پورٹھا آگیا ہے۔ اس نے جرنی کی آغوش سے علیحدہ ہوتے ہوئے۔ اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جرنی کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

پرج اس کے کمرے میں داخل ہوا تو کمرے میں چھائے ہوئے گہرے سکوت نے اس کے کان ٹکڑے کر دیئے۔ اس وقت مائروہ کے جسم پر بوزول اور جوتول کے علاوہ کچھ قسم کا لباس نہ تھا۔ وہ بالکل سادہ جامت کمری بوڑھے کے دیکھ رہی تھی۔

۔ میں سونے جا رہی تھی۔ اس نے بے خوف لہجے میں کہا۔  
۔ اتنی دیر میں۔۔۔۔۔ اب تک کیا کر رہی تھیں؟ پورٹھے نے شکوک لہجے میں کہا۔

وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کر چکا تھا، جرنی کی پیشانی پسینے سے بھیگ چکی

بھٹی۔ مائہ نے جلدی جلدی کپڑے پہنے شروع کر دیئے۔ کپڑوں کی سرسراہٹ سے  
بوڑھے کے کان کھڑے ہو گئے۔

”یہ تم کیا کر رہی ہو؟“ وہ تیز لہجے میں بولا۔ لباس مائہ کے ہاتھوں سے نکلی

گد فریج پر آ رہا۔

”میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں سونے جا رہی بھٹی“

”مجھے صاف صاف بتا دو یہاں کیا ہو رہا ہے۔“ بوڑھا غوڑا یا۔“ اور یہ

تم نے لباس کیوں اتارا ہے؟“

”آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔“ مائہ نے جھلا کر کہا۔ ”مجھے گد کی

لگ رہی تھی اس لئے میں نے کپڑے اتار دیئے۔ کیا کپڑے اتار کر سونا جرم ہے؟

”ذرا سیکھ پاس آؤ۔“ وہ پھنکارا۔

”تم پاگل ہو گئے۔“ مائہ نے غصے سے چلا کر کہا۔ ”بچہ فاسوٹی سے کچھ دیر سچپا

رہا۔ پھر اس نے دروازے کا تالا لگا دیا۔ کھڑکی کا قفل لٹول کر دیکھا اور واپس پلٹ

کر پڑا۔

”یہاں ضرور تم کسی حرام مزے کو لائی ہو اور وہ حرام زادہ اب تک یہاں

موجود ہے۔“ بوڑھے نے حتی انداز میں کہا۔

”تم خواہ مخواہ الٹی میڈی باتیں کر کے مجھے پریشان کر رہے ہو۔ جاؤ جاگہ آرام

سے سو جاؤ اور مجھے سونے دو۔“

بوڑھے نے ایک ہی جست میں مائہ کو دلہریچ لیا۔

”چھوڑ دو مجھے.... چھوڑ دو۔“ مائہ کی آواز چیخ میں بدل گئی۔

”بتاؤ یہاں کون آیا ہے؟“

”تم پاگل ہو گئے ہو یہاں کوئی نہیں آیا۔“

ایک زوردار تھپڑ اس کے رخسار پر پڑا اور پھر بوڑھے کے دونوں ہاتھ حرکت

میں آ گئے۔ مانہ کے حلق سے دلخراش چیخیں نکلی رہی تھیں۔ اس نے بوڑھے کی گرفت

سے نکل کر بھاگ جانا چاہا۔ مگر بوڑھے نے اسے یکدم گلے سے دبوچ لیا۔

جونی بڑا بڑا کہہ کھڑکی کی طرف بھاگا اور کھڑکی کھول کر دھڑام سے نیچے کود پڑا

پھر اٹھا اور سر پٹ کا دلی طرف بھاگ لیا۔

کافی جدوجہد کے بعد مانہ نے اپنا گلا بوڑھے کی شکمچہ نما انگلیوں سے

چھڑایا اور سنگھار میز کی طرف دوڑی۔ بوڑھا اس کے پیچھے ٹامک ٹوٹیاں مارتا ہوا پکا

اس کے حلق سے عجیب قسم کی غراہٹیں نکلی رہی تھیں۔ مانہ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج

وہ اسے جان سے مار ڈالے گا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے خوف و دہشت کے سائے منڈلاتے تھے۔ اچانک

اس نے کچھ سوچا۔۔۔ ایک نظر لپٹتے ہوئے بوڑھے کو دیکھا اور پھر۔۔۔؟

سنگھار میز پر پڑی ہوئی وزنی موڑتی بوڑھے کے سر پر دے ماری۔



بال میں اتنا رش ہو گیا تھا کہ جونی اڈلن اور مدھن کو بمشکل جگہ مل سکی۔ وہ

لوگ رنگ کے داہیں جانب اونچائی والے حصے پر بیٹھے تھے رنگ کو روشن رکھنے کے لئے  
 آدک لائٹس جلائی تھیں۔ آدک لائٹس کے اوپر منڈا تاہر دعووں ایسے چمک  
 رہا تھا، جیسے کسی تندر میدان سے دھند اور غبار کا دیلا اٹھتا ہے۔ ہال کی گھٹن میں  
 پتھر ریخ اصناف ہوتا جا رہا تھا۔

ڈلن نے اپنے کالمز کو کہہ سیدھے لئے اور لٹائی کی گمرہ کھول دی۔

”تم نے سینی کی کو دیکھا؟“ جرہنی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

”تمہیں اس کی طرف سے شکریہ مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے بالآخر اسے

بیتا ہی ہے۔ میں ابھی فرینکس کے کمرے میں گیا تھا۔“

”پھر؟“

”کچھ نہیں ذرا یاد دہانی کرانے کی غرض سے گیا تھا تاکہ وہ اپنا پارٹ ادا

کرنا نہ بھول سکے۔“

”کچھ بچہ کے بلے میں بھی سنا؟“ اس کے بائیں جانب بیٹھا ہوا مورٹن آہستہ

سے اس کے کان میں بولا۔ اگرچہ اس نے یہ بات سرگوشی میں کہی تھی۔ مگر جرہنی نے بھی اسے

سن لیا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ یہ سن کر ایک دم پھیکا پڑ گیا۔

”کیوں۔ اسے کیا ہوا؟“ ڈلن نے پوچھا۔

”تم نے ہمیں سنا کسی شخص نے اس کا سر بھاڑ دیا ہے۔“

”کیا ایک ہے ہو؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”صحیح یک رہا ہوں۔۔۔ یہ کل رات کی بات ہے۔ بوڑھا بچہ حب بھول

چہل قدمی کے بعد گھر لوٹا تو اسے شک گذرا کہ ماہرہ کسی کے ساتھ اپنے کمرے میں رنگ

رلیاں ملنے میں مصروف ہے۔ سو اس نے وہاں جا کر اس شخص کو بچھڑنے کی کوشش کی مگر نہ صرف وہ شخص صاف نکلی گیا، بلکہ جاتے ہوئے ایک سورتی سے بوڑھے کا سر بھی پھاڑ گیا۔ بوڑھے نے ماتھے کو منٹ سے ملد مار کر اس کی کھال اوجھڑ ڈالی۔ خود اس کی حالت بھی خراب ہے اس جسے یہاں نہیں آسکا ہے۔

اس شخص کا کچھ پتہ چلا، "ڈلن کی نظریں جمری کے چہرے پر گرے گی ہونی محبتیں جو سر جھبکائے ہونٹ چارہ اٹھا۔

"بوڑھے نے ماترہ سے اس کا نام اگلا نے کا بے حد جتن کیا مگر اس سلسلے میں ماترہ نے اپنی زبان کو تالہ لگا دیا ہے۔"

جمری نے لوہاں سے پیشانی کا پسینہ لپکھا اور سر اٹھا کر رنگ کی جانب دیکھنے لگا، وہ یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ بھی اس نے نہیں سنا ہے۔

اچانک فرنیس اور سینی رنگ میں ظاہر ہوئے۔ ہال کمرہ تالیوں کے شور سے گرنے لگا۔ مجمع میں جوش و خروش کی ہر دوڑ لگی تھی۔ فرنیس ماتھے ہلا ہلا کر ان لوگوں کے نعروں کا جواب دے رہا تھا، اس کے ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

ہال کمرے میں ایک طوفان بدتمیزی مچا تھا، تماشائی بالکڑیوں پر ہوسٹنگ کمرہ ہے تھے۔ کچھ لوگ جوش و خروش کے عالم میں پھل، سگمٹ اور دوسری اشیاء ان کے اوپر اچھاں رہے تھے۔

سینی اچھل اچھل کر فرنیس کا ماتہ چڑا رہا تھا۔

”لگتا ہے یہ بندر کا کچھ نہیں لے ڈوبے گا۔“ جرنی دانت پسینہ کھولتا۔  
ایک پستہ قدر لہری جیٹا مائیکس نے رنگ میں نمودار ہوا اور لوگوں کو پریشان  
رہنے کی تلقین کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد بگل بجا اور پہلے راؤنڈ کا آغاز ہوا۔  
دونوں باکسراؤں کے درمقابل آئے۔ سینی کی ماہرانہ انداز میں فرنیس  
کے اوپر کودا پھل کود رہا تھا۔ پھر اچانک اس نے سر کو جھکایا اور دائیں جانب سے  
فرنیس کے مارنے لگا۔ فرنیس پر ان کیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ دائیں سے جھکاؤ  
دے کر جو نہی سینی فرنیس کی بائیں جانب لپکا۔ فرنیس نے ایک تلا ہوا گھولنے  
اس کی گردن پر جڑ دیا۔ سینی ایک جھلکے سے پیچھے ہٹا چند لمحوں کے لئے اس کی گردن  
اکڑ کر رہ گئی تھی۔

مجبور جوش و خروش سے چلا اٹھا۔

فرنیس تیزی سے دوبارہ اس کی جانب لپکا سینی اسے سہاے لگا اس  
کے تھوڑے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ فرنیس اس پر حملہ آور ہوا سینی نے جھکاؤ دی  
اور پھر اسے فرنیس کی دائیں پسلی پر حملہ کرنے کا موقع ملتا آگیا۔ اس نے لگا مار کئی  
کے مارے جس کے نتیجے میں فرنیس کے قدم اکھڑ گئے۔ اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ  
گیا۔ اسی لمحے بگل نے راؤنڈ ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور دونوں باکسراہیں  
جگہوں پر چلے گئے۔

ہال میں ایک مرتبہ پھر طوفان بدتمیزی اٹھا۔ لوگ حلق چھاڑ چھاڑ کر سینی  
کو داد دے رہے تھے۔ اس کے باوجود جرنی مطمئن نظر نہیں آ رہا تھا۔ سینی ریو

کے ہمارے سے لگا کھڑا تھا۔ اور ہینک تو لیٹے سے اس سے اس کا لپٹہ صاف گمراہ تھا۔  
دوسرا روڈ شروع ہوا۔

فرنیس بارمانہ انداز میں جت لگا کر سینی کے کاربزمیں اتر گیا۔ اور پھر اس سے  
قبل کہ سینی سنبھل سکا۔ فرنیس نے دھڑا دھڑا اس کے کئی ماکھ جڑ دیئے سینی کی تلپا  
کمر اس پر چھپا تو فرنیس کے چپے تلے گھولنے اس کے چہرے پر پڑے دوسری مصیبت نے  
سینی کو بدکھلا دیا۔

ہاں میں کھڑے سینی اور پرست چینوں کی لہر دوڑ گئی۔ تماشائی اچھل اچھل  
کر فرنیس کو ہدایت کر رہے تھے کہ وہ اپنے مخالف کو دباوے رکھے۔ فرنیس اس  
دستے سے مدد چھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔

اب دونوں باکسر آسنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو کینہ توڑ نظروں سے  
گھور رہے تھے سینی کے جبرے سے خون بہہ رہا تھا۔ اور وہ اپنی کپٹی کی جلد بھی  
چھٹ گئی تھی۔ وہ بے حسنی سے کے بھینچے موقع کی تلاش میں اور ہار دھر سرچ رہا  
تھا۔

سینی اس سے دور رہنے کی کوشش کر دودنہ پڑ گئے۔ "جہر فی نے اسے لگا دیا  
سینی نے اس کی ہدایت کو دیکھا چون و چرا قبول کر لیا تھا۔ اب وہ اپنی ہی  
جگہ پر کھڑا دیکھ کر اندر کے وقت گمراہ رہا تھا۔ وقتاً فرنیس ایک ہی جت میں اس کے  
سر پر پہنچ گیا اور پھر اس کے دونوں کے با آواز سینی کی ٹانٹ پر تھکے سینی  
کی آنکھوں میں نیلے، پیلے، ہرے، اور دے کئی رنگوں والے تارے ایک ساتھ سمٹ  
ائے اور وہ گھٹنوں کے بل فرش پر آ رہا۔ ریفری اس پر چھپکا گئی کمر رہا تھا۔



لوگ پاگللوں کی طرح شہد بچا رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا، ابھی ہال کی چھت اڑ جائے گی۔

سینکی دلیفری کے نوکٹے پر اٹھ کھڑا ہوا۔

فرنیس دنگر اس کی طرف لپکا۔ مگر سینکی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ فرنیس پھر اس پر چپکا، سینکی بدک کر پیچھے ہٹا اور لڑکھڑا کر بیسوں پر جا پڑا۔ ہال میں تہہ پلہ کا موزاں بپا ہو گیا۔ تماشا فی سینکی کا مذاق اڑا رہے تھے۔ فرنیس نے دھوکا لے کر اس کی لپٹیوں پر حملہ کیا۔ سینکی نے تلملا کر اس کی گدی پر پے در پے کئی کئی بارے فرنیس نے اثر لئے بغیر ایک لمحہ اس کی عضوٹی پر رسید کیا۔ سینکی نے بڑی مشکل سے خود کو بے ہوش ہونے سے بچا لیا۔

یہ راؤنڈ بھی ختم ہو گیا۔

”نک! اس کے کارنر پر جاؤ اور اس سے کہو کہ آدیسوں کی طرح مقابلہ کرے ورنہ یہ مقابلہ پانچویں راؤنڈ تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔“ ڈالین نے غرا کر کہا۔

جرنی گود نگاہ سے گزرتا ہوا کارنر پر پہنچا۔ جہاں سینکی کھڑا ہنس رہا تھا۔

”کیا تم اپنے آپ کو محض سبغال بھی نہیں سکتے۔“ اس نے غصے سے کہا۔

”اوہ خدا یا۔“ سینکی کپکپا کر بولا۔ ”کتنا خوفناک راؤنڈ تھا۔ وہ کتے کا

پلاٹھے ختم کر نے پر تلا ہوا ہے۔“ ہنک اس کی لپٹیاں سہلا دیا تھا۔ جہاں فرنیس کے پے در پے ملکوں نے قیامت مچا دی تھی۔

اگلا راؤنڈ شروع ہوا۔

اس راؤنڈ میں سینکی کی بہت کم پٹائی ہوئی کیونکہ اس نے حتی الوسع خود کو

بچانے کی کوشش کی تھی۔

چوتھے راؤنڈ کا آغاز ہوا۔

سینٹی بٹے حوصلے سے رنگ میں آیا۔ اس نے تمام ممکنہ زاویوں سے فرنیس پر

حملے کئے۔ جوابی حملے میں فرنیس نے جارحانہ انداز میں اس کے سینے پر حملہ کیا۔ سینٹی بٹے کھڑا

مگر گرا۔ رلیفری گنتی کہہ رہا تھا۔ اور بال تالیوں سے گدبج رہا تھا۔ مگر اٹھ کھڑے سے قبل ہی

سینٹی اٹھ گیا۔ اور راؤنڈ اختتام پذیر ہو گیا۔

۔۔ اگلا راؤنڈ یاد رکھنا فرنیس۔ "سینٹی نے کارنر کی طرف جاتے ہوئے فرنیس سے

کہا۔

۔۔ اس راؤنڈ میں تم جیتے جا رہے ہو سمجھو۔ "کارنر پر پہنچتے ہی دلن نے کہا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ "یاد رکھو ہار کی صورت میں تمہاری موت لگتی ہو گی۔"

۔۔ میری بامیں سائڈ بالکل بے کار ہو گئی ہے۔ "سینٹی بولا۔

۔۔ تو پھر دائیں سائڈ استعمال کہو گدھے۔۔۔۔۔ بہر حال اس راؤنڈ میں اسے گم جانا

چاہیے۔"

راؤنڈ شروع ہوا۔

دونوں کو توقع تھی کہ فرنیس اس راؤنڈ میں قصہ پالتا کہہ دے گا۔ مگر رنگ میں داخل

ہوتے ہی فرنیس کا چہرہ سرخ ہوا یا ہوا سا تھا۔ تاہم اس نے باؤنڈز کے آغاز میں۔ سینٹی پر

کئی خوبصورت اور کامیاب حملے کئے۔ پھر اچانک اس نے جان بوجھ کر غفلت برتنی۔ سینٹی

کو توقع مل گیا۔ اور اس نے کئی ٹھونسے دکھائے۔ تاہم فرنیس نے انداز میں فرنیس کے چہرے پر ہاتھ

جس پر فرنیس نے کھڑا کہہ رنگ سے فرش پر گم پڑا۔

اطمینان کی ایک طویل سانس جبرنی کے ہونٹوں سے خارج ہوئی تماشائی چلا  
چلا کہ فرنیس کو ہوشیار کرنے کی کوشش کہہ رہے تھے۔ ریفری نے گنتی شروع کر  
دی تھی

سینکی رسول کا سہارا لئے کھڑا بری طرح اب رہا تھا۔ اس کا چہرہ خون سے  
سرخ ہوا تھا اور یورہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ فرنیس کو گمراہ ذرہ برابر بھی فرخوں  
نہیں کہہ رہا تھا۔

فرنیس گمراہ تھا اور ریفری اس پر جھکا گنتی کہہ رہا تھا۔  
اچانک فرنیس کی جیدھی دھڑکتی ہوئی رنگ کے قریب آئی اور ریسوں کو پکڑ  
کہہ چلائے لگی۔

”فرنیس اٹھ جاؤ اور دوبارہ مقابلہ کرو۔۔۔ خدا کے لئے اٹھ جاؤ لوگ  
کیا نہیں گئے۔۔۔ ہزدلی مت بنو۔۔۔ اٹھو۔۔۔ خدا کے لئے۔۔۔“  
اور فرنیس ریفری کے دس کہنے سے قبل اٹھ کھڑا ہوا پورا ہل خوشی سے دیوانہ  
ہو گیا۔

اسے اٹھتا دیکھ کہ سینکی کے دیوتا کو پتہ کہ گئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے  
موت کا دینہ اندھیرا پھیلنے لگا۔ اس کے دل میں یہ خواہش بری طرح پھل رہی تھی کہ  
وہ رنگ چھوڑ کر بھاگ جائے۔

اس مرتبہ فرنیس کا انداز پہلے سے مختلف تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اترا  
ہوا تھا۔ اٹھتے ہی وہ سینکی کے سینے پر حملہ آور ہوا۔ یہ حملے حد چارہ خانہ اور شدید  
مقابلہ سینکی کا منہ (۵) کے انداز میں کھل گیا۔ دوسرا گھونٹہ اسی کے جبرے پر پڑا

اور تیرا اس کی کپٹی پر اور بھر وہ ایسا گرا کہ دس تک گنتی گنتے کے باوجود بھی نہ اٹھ سکا۔

ڈولن نے سرگھبراہ فریکس کی طرف دیکھا جو اس سے لاپرواہہ تماشا میوں کے گمراہ میں پہنچ چکا تھا۔

”اس حرام زادے نے میں ڈولن کو اس کیلئے۔“ وہ جرنی کی جانب گھوم کر برقیے لہجے میں بولا اس کا چہرہ بے حد جھپٹا نک ہو گیا تھا۔

۸

جرنی، ہینک، مودگن اور ڈولن بچ کے گھر میں جمع تھے۔  
 بوڑھا بچ ایک چھٹا پرانا گاؤں پہنچے بیٹھا تھا اس کے سر پر پیٹیاں لپیٹی ہوئی تھیں  
 ڈولن کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ جبکہ دوسرے لوگ زور زور سے اس  
 شکست پر اظہار خیال کر رہے تھے۔ بوڑھے کا چہرہ شدید ریخ اور غصے سے تہمتار ہا  
 تھا۔

”میری تمام اس سو کے بچے سینکڑوں نے ڈیوڑالی اس نے مجھے تلاش کرنے کے لئے دیا۔“  
 جرنی کرسی کے ہتھے پیٹتا ہوا بولا۔

شاپ ڈلن چلایا۔ اب اگر مار ہی گئے ہوں تو سناست چلیو۔  
 ماحول پر ناگوار سناٹا چھا گیا۔ کمرے میں موجود ہر شخص کی نظریں ڈلن کے چہرے  
 کا اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھیں۔ بوڑھے بچے کی آنکھیں تو جیسے چھرا کمرہ گئی تھیں۔  
 ”تم نے ہی یہ اسکیم بنائی تھی، بوڑھے کے لہجے میں تانخی گھلی ہوئی تھی۔۔۔  
 تمہیں تو تب پر واہ ہوتی جیہ تم بھی رقم لگاتے۔ ہمارا بیڑ غرق کرنے کے بعد اب یہیں  
 پر غرا رہے ہو۔۔۔“ مہم ہو گئی، ڈلن نے خطرناک انداز میں بوڑھے کی طرف دیکھا پھر اس کی  
 نظریں پھسلتی ہوئی دوسرے لوگوں کے چہروں کا جائزہ لینے لگیں۔  
 ”تم آؤ کے پیٹھے! اپنی زبان کو لگام دو۔“ ڈلن کا لہجہ بد فیلا تھا۔  
 بوڑھا مشتعل ہو کر کمرے سے کھڑا ہو گیا۔  
 ”ذرا اس کا ہاتھ مجھے پکڑنا۔“ نلک میں اسے لٹکا چکا ہی دوں۔“  
 ڈلن کے پتلے اور سفاک ہونٹوں پر خوفناک مسکراہٹ پھیل گئی۔  
 ”اپنی زبان کو لگام دو بوڑھے کھوسٹ“ اس کی دہشت ناک آواز لوگوں کے  
 دلوں میں ترقی جلی جی۔ تمہیں اپنی پرانی اوقات یاد رکھنی چاہیے۔  
 اسے میرے قریب لاؤ۔ بوڑھا حلق پھٹا کر چلایا۔ اس کے ہاتھ ڈلن کو دربر  
 لینے کے لئے دھڑا دھڑک رہے تھے۔  
 ڈلن کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ بوڑھا اسے تلاش کرنے  
 کی کوشش میں ڈھولیں کھاتا پھرتا تھا ساتھ ساتھ وہ دوسرے لوگوں کو بھی کو سوس۔  
 ہاتھ جو سہے کھڑے ڈلن کے چہرے کو دیکھے جا رہے تھے۔  
 دفعتاً ڈلن کے ہاتھ میں آڈیٹنگ کورکٹ نظر آنے لگا۔

”بچنا ہو گن!“ جرنی چلایا۔ ”اس کے ہاتھ میں ریڈیو لور ہے۔“  
اس سے اُگے بھی اس نے کچھ کہا تھا مگر اچانک ہونے والے دھماکے میں اس کی  
آواز دب کر رہ گئی۔ ڈلن کے ریڈیو لور نے ایک شعلہ اُکلا۔

بورڈھے کے ہونٹوں سے کمر بٹک چرخ خارج ہوئی اس کی پیشانی میں ایک گہرا سوراخ  
بن گیا تھا۔

چند ثانیوں تک وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا رہے پورا آنکھوں سے دھما میں گھونٹا رہا اور  
پھر اچانک اس کا جسم کھٹکے ہوئے شہتیر کی مانند فرش پر آ رہا۔  
دروازہ پر کھڑی ہوئی مائٹہ یہ بھیانک منظر دیکھ کر چیخ پڑی  
ہینک اور مورگن گھبرا کر دروازے کی طرف دوڑے۔ البتہ جرنی وہیں کھڑا رہا۔  
مائٹہ دروازے کا سہارا لیے پھٹی پھٹی آنکھوں سے باپ کا لاش کو دیکھنے لگا  
رہی تھی۔

”یہ۔۔۔ یتیم نے کیا کر دیا!“ جرنی خالی الذہن کی کیفیت میں جیسے غصے سے مخاطب تھا۔  
”وہ میرے مقابلے میں آکھڑا ہوا تھا۔ اس لئے یس نے اسے ختم کر دیا،“ ڈلن لاپرواہی  
سے ریڈیو لور کھٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔  
”بہتر ہے اب تم فرداً یہاں سے نکل جاؤ۔“  
”تم بھی میرا ساتھ دو گے سنا تم نے؟“  
”ہاں میں بھی تمہارے ساتھ پہنچاؤں گا۔“ کچھ دیر سوچنے کے بعد جرنی نے کہا۔  
پھر وہ دونوں افراد مائٹہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی آنکھوں میں تمام  
دنیا کی اداسی اور دکھ کے سائے سمٹ آئے تھے۔

تم میری رات بھر چلو گی؟، جرنی اس کا شانہ تھپتھپاتا کہہ بولا۔

ماٹھے چند لمحوں تک ایک ٹنگ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر جیب چاب دوسرے کمرے میں چلی گئی، غصہ ڈری ویر بیدار ہو کر کھیلے باہر نکلی۔

تو یہ بھی چل رہی ہے ہمارے ساتھ؟ .... خیر اسے تم خود ہی سنبھالنا، ڈلن

بولا۔ پھر وہ لوگ جرنی کی پھیٹ پھیٹ کرار میں بیٹھ گئے۔ کار جرنی ہی چلا رہا تھا۔

کہہ کر اس کا ارادہ ہے؟، جرنی نے پوچھا۔

پہلے اسٹیٹ لائن چلی، ڈلن نے کہا۔ یہ ہمیں یہ قصبہ چھوڑنے سے پہلے کچھ

رقم کی بھی ضرورت پڑے گی، ایسی یقیناً ہماری ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔

لیکن ہمیں جلد از جلد یہ قصبہ چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ شریف ہماری راہ پر

بگڑے ہوئے والا ہو گا، جرنی نے کہا۔

ہیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کہہ دو۔

سو، کہہ ڈا جرنی نے کار ایسی کے اسٹور کے سامنے روک دی۔ ڈلن نے

نیچے اترنے سے پہلے انٹینشن کی نکال کہہ جیب میں ڈالی اور انہیں وہیں انتظار کہہ لے

کہہ کہہ کہہ اسٹور کے اندر چلا گیا۔ جہاں ایسی ایک کمری پر حساب کتاب کا کھانا کھولے

بیٹھا تھا۔ اس نے ایک نظر اٹھا کہہ ڈلن کی طرف دیکھا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف

ہو گیا۔

مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے کیونکہ میں یہ قصبہ چھوڑ کر جا رہا ہوں، ڈلن نے

جیبوں میں ہاتھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔

لیکن سلی ہی تو میں نے تمہیں ایک ہفتے کا معاوضہ ادا کیا ہے، بولٹھا رہی جرنی

ہو کر لولا۔ پھر اس کی آنکھیں حیرت اور خوف کی وجہ سے کھلی چلی گئیں۔ کیونکہ دلن نے آٹھ میٹک کوٹ نکال لیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے بوڑھے ایبی کا تمام مال سیٹ لیا۔ کل رقم دو سو تیرہ ڈالر تھی۔ جو زیادہ تر ہیرا کاری کی ضرورت میں تھی۔

”تم.... تم مجھے یوں برباد کر کے نہیں جاسکتے دلن،“ ایبی نے روتے ہوئے کہا، ”یہ میرے خون پسینے کی کمائی ہے۔“

”تم اور کمالینا بڑھے بچے،“ دلن ہتھکڑیاں لگا کر لولا، ”اس وقت تم سے زیادہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔“

”اب میں کسی اجنبی پر اعتبار نہیں کر دوں گا،“ ایبی درد بھرے لہجے میں کہہ ا۔

”میں نے تو پہلے ساتھ بھلائی کی تھی، اور تم مجھے اس کا یہ صلہ دے رہے ہو؟“

”اب اس بھلائی کے جرم میں سر کپڑے کر دوئے رہو مجھے روتے ہوئے بڑھے لیے صدمہ اچھے لگتے ہیں.... ہاں ہاں شاہنشاہ خراب روؤ۔“

دلن یہ کہتا جاتا تھا اور ساتھ ساتھ اسٹور میں ٹھوم پھر کر کھانے پینے کی اشیاء

بھی جمع کرنا جاری رکھا۔ پھر اس نے ان اشیاء کو ایک بڑے کسٹر میں بند کیا اور بڑھے ایبی کا شانہ چھپتھپا کر باہر نکلی آیا۔

جس وقت انہوں نے پلاسٹک دل کو خیر باد کہا تو دور کہیں گھر والے رات دو بجنے کا اعلان کر رہے تھے۔



## حصہ دوم

۹

مامہ عقی تھکی سی انچڑائی لے کمر بستر پہ بیٹھ گئی۔

میز پر رکھا ہوا ٹائم پین آٹھ بج رہا تھا۔ سورج کی کرنیں کھلی کھڑکی سے کمرے میں آرہی تھیں۔

اس نے ایک جانی لی اور نینکے پاؤں چلی ہوئی کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی اس کے عریاں جسم پر سورج کی سرکش شعاعیں ناچتی پھریں ہی تھیں۔ ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے پر لطف بھونکے اس کے گدڑ خانوں سے لپک لپکے ہتھے مگر اس کا ذہن قدرت کے ان رنگین مناظر سے بہت دور کہیں جھٹک رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں تلخ یادوں نے تلاطم برپا کمر کھا تھا۔ اور جب خیالات کی یلغار بڑھی، تلخیوں کا لاوا پھٹلا اور سوچوں کے دھارے ساحل سے سرٹپٹنے لگے تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی جھلکانے لگے۔ اس نے اپنے عریاں جسم پر نظر دوڑائی اور ہونٹ کچلتے لگی۔

وہ تین ہفتے سے اس کیبن میں رہ رہی تھی۔ یہ کیبن پہاڑیوں کے دامن میں جھنکڑ سے گھرا ہوا تھا۔

سنے ہیں کہ یہ کیبن ایک ریٹائرڈ کیپٹن نے کیلیفورنیا کی جنگ کے دوران تعمیر

”تم غلط سوچ رہے ہو نک!“ مائہ نے اس بات لہجے میں کہا۔  
 ”مجھے تمہارے جسم نے دیوانہ بنا دیا ہے مائہ میں مجبور ہو گیا ہوں۔“ نک جرنی  
 کی آواز بھرا گئی۔ ”تم اس وقت بھی ایک قیامت تھیں جب پنج تمہیں مار دیتا چاہتا  
 تھا اور اب بھی تمہارا جسم لافانی ہے۔“

”یاقی ابل رہا ہے۔ جاؤ اسے جا کر دیکھو۔“ وہ سرو لہجے میں بولی۔  
 ”یہاں بھی تو آگ لگی ہوئی“ اس نے مائہ کو سینے میں بھینچتے ہوئے کہا۔  
 ”مائہ اس مرتبہ بھی صاف اس کی کہفت سے نکلی گئی۔  
 ”تم ہر وقت میرے ساتھ سوتے کے متعلق سوچتے رہتے ہو۔“ وہ تلخ لہجے میں بولی۔  
 ”مگر کبھی اس آستین میں اپنے دلے سانپ کے متعلق بھی سوچا ہے آخر ہم کب تک  
 اس موذی کے اشاروں پر چلتے رہیں گے؟“

”لیکن میں کیا نہ سکتا ہوں؟“ وہ بے چارگی سے بولا۔  
 ”آخر تم بھی مرد ہو اور....“ مگر وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی کیونکہ اسی لمحہ دلن  
 کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ سامنے دلن کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک شرٹ  
 اور پتلون میں ملبوس تھا۔ اس کے ہونٹوں پر سفاکانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔  
 ”کیا ہوا گم یا بڑی گم نظر آ رہی ہو؟“ دلن بولا۔  
 ”میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں، اور مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے تم جیسے گنواروں  
 کو کھلانے کے لئے اب سب کچھ ختم ہوتا جا رہا ہے اور.... اور تم اس لباس کی طرف دیکھ  
 رہے ہو؟“

دلن نے مائہ کے عقب میں کھڑے جرنی کو دیکھ کر کہا۔

.. صاحبزادے اپنی محبوبہ کو یہاں سے لے جاؤ چینی ہوئی عورتیں مجھے ایک  
 آنکھ نہیں بھاتیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ میں تم لوگوں کا باس ہوں اور یہاں وہی ہو گا۔ جو میں  
 چاہوں گا۔“

”ہونہ ... باس!“ ماہرہ کا لہجہ تھنک آمیز تھا۔ ”میری نظروں میں تمہاری  
 حیثیت ایک معمولی رولڈر باز سے زیادہ نہیں ہے۔“  
 ڈلن نے ایک زبردست کٹھن اس کے جبرے پر مارا جس سے وہ بُری طرح لڑکھرائی  
 ہوئی سامنے والی دیوار سے جالکھائی۔

”ہے ...! جوئی نے لٹکار کر کہا۔ ”تم اے اس طرح نہیں مار سکتے۔“  
 ”میں تمہیں بھی اسی طرح مار سکتا ہوں۔“ وہ بقیلے لہجے میں بولا۔ ”میں گستاخی کرنے  
 والوں کی گدی سے زبان کھینچ لیتا ہوں۔ اب اے یہاں سے لے کر دفع ہو جاؤ ورنہ یہ  
 جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔“

”تم آؤ کے پٹھے ہو۔۔۔“ ماہرہ ملق کے بل چنچی۔  
 ڈلن نے چھک کر اسے گہریاں سے پکڑ لیا۔ جھٹکا دیتے گہریاں کے بیٹن  
 بکھر گئے اور اس کا سینہ عریاں ہو گیا۔

”یہاں سے دفغان ہو جاؤ اور جلدی سے کھلنے کا بندوبست کر دو ورنہ مجھ سے  
 برا کوئی نہ ہو گا۔ میں عورتوں کی ٹر ٹرسنے کا عادی نہیں ہوں۔“

ماہرہ نے خون تھوکتے ہوئے غصے سے جبرنی کی طرف دیکھا اور چیخ کر بولی  
 ۔۔۔ ”اب کبھی میرے بستر پر سونے کے لئے آ تا۔“  
 ”زبان بند رکھو فاحشہ کی بچی۔“ ڈلن بولا۔

جرنی پے بسی سے مائدہ کو جلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اسی لمحے اس کی نگاہوں کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب دلن نے بے دریغ بوڑھے ہوگن کو گولی مار دی تھی۔ یہ تصور ذہن میں آتے ہی وہ لہر اٹھا اور دلن کے کمرے سے ہٹ آیا۔

مائدہ نشست گاہ میں کھانا تیار نہ کر سکی تھی جرنی نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زردی مائل ہو گیا تھا۔ اور بیوں کے قریب جہاں دلن نے مکہ مارا تھا۔ گہرا نشان ابھرا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے رخساروں سے نیچے ڈھلک آئے تھے۔

”تمہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے“ جرنی نے الگ الگ کہہ کہا۔ مگر جواب میں وہ کچھ نہ بولی اور چپ چاپ کھانا تیار کرتی رہی پھر اس نے اٹھ کر پلیٹیں لاکھیز پر رکھیں اور اپنے لئے تیز قسم کی کافی بنانے لگی۔

کافی پینے کے بعد وہ کہیں سے نکلی کہ باہر سرد گرمی روشنی میں ایک ٹیلے پر جا بیٹھی۔

دلن نشست گاہ میں آیا اور ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

”یہ مصیبت تمہاری کھڑی کی ہوئی ہے۔“ دلن نے اس سے کہا۔

”کیا مطلب؟“ جرنی نے کافی کی چمکی لپٹے ہوئے کہا۔

”تم ہی اسے ساتھ لائے پر مصریتے اور اب تم نے ہی اسے میرے خلاف بھڑکایا

ہو گا۔“

”تم غلط سمجھے ہو۔“ جرنی نے معصومیت سے کہا۔ ”میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔

دراصل اس کے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے نا اس وجہ سے وہ طیش میں آ گئی تھی۔“

”تم نے سمجھانے کی کوشش کہ وہ“ دلن گدشت کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے بولا

”میں اس لکیتا پر ایک سکہ بھی خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ اور پھر خدایا ک جیسے جرنی کے صلق میں پھنس کر رہ گئی اس نے بے دلی سے کھلانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔“  
 ”وہ دراصل بے سمجھ ہے تمہارے جیسے آدمیوں سے کبھی اس کا واسطہ نہیں پڑا۔“ جرنی نے طنزاً کہا۔

”کچھ بھی ہو تمہارے سمجھا دینا اور ماں تم اس لکیتا کا بیچھا چھوڑ دو میں ان عورتوں کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ مردوں کے بے وقوف بنا کر بہت خوش ہوتی ہیں۔“  
 ”میں کارے کر جا رہا ہوں،“ ڈلن نے ناشہ ختم کرنے کے بعد کہا۔ جرنی نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

اس کے جانے کے بعد مائہ اندر آکر میز صاف کرنے لگی۔  
 ”وہ نزدیک ہی قصبے میں گیا ہے۔“ جرنی نے اندر آ کر اسے بتایا۔  
 مائہ نے میز کی صفائی کے بعد لکڑی کی بیچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔  
 ”میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے جس کی مدد سے اس گینٹے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔“

”تم پاگل ہو گئی ہو مائہ اس خبیث پر قابو پانا بے حد مشکل ہے۔“ جرنی نے کہا۔

”ناممکن تو نہیں ہے۔“ وہ پر اعتماد لہجے میں بولی۔ ”مجھے تاؤ تم نے اس سے کیا فیض حاصل کیا ہے؟ اس نے ایسی گولڈ برگ کے اسٹور سے رقم ہتھیائی لگے تھیں کیا ملا؟ تم اس کی ہر بات ملا دو جانور کی طرح فرماں برداری سے تسلیم کر لیتے ہو۔ اور وہ تم پر اپنا پھندہ کتا جا رہا ہے۔ اک دلدل ہے جس میں تم دھنسے جا رہے ہو۔ ای

طرح تمہیں اپنی موت کا بھی علم نہ ہو گا۔ بس چپکے سے مار دیئے جاؤ گے۔“  
 پھر بتاؤ میں کیا کروں۔۔۔ اس کے پاس رلیو اور ہے۔ اور میں نہتا، جونی  
 نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

”تم ذرا سی ہمت کرو۔ تو لبساط پلٹ سکتے ہو پھر میدان تمہارا ہو گا۔ ہتھیار تمہارا  
 ہو گا۔ اور تم اسے چلائیے کی پوزیشن میں بھی ہونے؛  
 لیکن کیسے؟“ جونی نے دل چسپی سے پوچھا۔

”ذرا صبر کرو۔ اس کے لئے مجھے سوچنا پڑے گا؛ ماہمہ نے پر خیال لہجے میں کہا  
 سورج پہاڑیوں کے عقب میں ڈوب رہا تھا۔ دور دراز پر دھند کا غبار چمک رہا  
 تھا۔ جونی باہر کمر اتر دیکھ آئی ہوئی کار کو دیکھ رہا تھا۔ یہ دلچسپ تھا۔ جو قبضے سے  
 لوٹ رہا تھا۔

جونی کہیں میں تھا تھا۔ ماہمہ دو پہر پہ کھانا پکانے کے بعد نہ جانے کہاں نکل  
 گئی تھی۔ دن ڈھل رہا تھا۔ مگر ابھی تک اس کی خبر نہ تھی۔

جونی دو پہر سے اس کی باتوں پر سوچ بچار کر رہا تھا جتنا وہ اس پر سوچتا تھا اتنا  
 اس کے حوصلے ابھر رہے تھے اور اسے اپنی ہمدلی پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ انسان پر غور  
 کر رہا تھا کہ اس کے پاس بھی کہیں سے ایک رلیو اور آجائے تو وہ ڈلن پر غلبہ پانے  
 کی کوشش کر سکتا ہے۔

ڈلن نے کار کہیں سے باہر کمر می کی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

”تم سارا دن کیا کرتے رہے ہو؟“ جونی نے دریافت کیا۔

”افند چلو سب کچھ بتا دوں گا۔“ ڈلن نے خلاف معمول مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی

ایک بخل میں ایک پنڈل دیا ہوا تھا۔

اندر نشت گاہ میں پہنچ کر اس نے پنڈل میں رہ رکھا اور اس کی گہری کھولنے لگا۔

پنڈل کھلتے ہی جرنی کی نظریں حیرت و استعجاب سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

”اوہ میرے خدا... یہ... یہ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟“ اس کی آواز میں

گہرا استعجاب شامل تھا۔

یہ اشاریہ چار پانچ کا تھا من کا پتول تھا اور اسمتھ اینڈ سن کمپنی نے اسے

تیار کیا تھا۔ پتول کا وزن دو سو پتولوں کی نسبت غیر معمولی حد تک زیادہ تھا۔

اور بے حد نفیس قسم کی پٹے سائیز کی میگزین بھی... پتول کے نزدیک ہی بڑی

مقدار میں گولیوں کا ڈبہ پڑا ہوا تھا۔

ڈلن نے اک اذان سے پتول کو اٹھا کر چڑھا اور جرنی کی جانب گھوم کر بولا۔

”صاحبزادے جس کے پاس اس قسم کا ہتھیار ہو گا ساری دکانیں، اسٹورز،

بینک اور پچکلے اس کے سامنے آداب بجا لاتے ہیں۔ سمجھو یہی خوف کی کلید ہے جس

کے ذریعہ سے تم تجوریوں کے منہ کھول سکتے ہو۔ بس جس نے اس فارمولے پر عمل کیا

سمجھو دینا اس کی ہے۔“

ایک لحظے کے لئے دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں۔ اسی لمحے ماہرہ اللہ

داخل ہوئی اس کی نظریں پتول پر گہری ہوئی تھیں۔

”یہ تمہیں ملا کیسے؟“ جرنی نے پتول کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔

”رب جگہ پیسہ چلتا ہے صاحبزادے!“ ڈلن نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

”ماہرہ نے تمہا من کے ٹھنڈے بیرل کو ہاتھ لگا کر چھوا تو ڈلن خواہ مخواہ

قدیمہ نکاحہ بولا۔

”ہا جی میں اٹھا کر دیکھ لو یہ تمہیں کس لئے لگا نہیں۔“

پستول کافی وزنی تھا۔ ماہرہ کا ہاتھ اسے اٹھاتے ہوئے کھپکھپا اٹھا۔

”اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے یہ پستول کیسے اور کہاں سے حاصل کیا؟“

دلن بولا۔

”ماہرہ نے! یہ دنیا بھی عجیب گھن چمکے ہے۔ نہ جانے کیسے لوگ یہاں بھرتے

پڑے ہیں۔ ان ہی لوگوں میں سے تھے کا بڑھا شریف ہے۔ اس اچھوت کو بیویوں کی

اتنی اشد ضرورت تھی کہ بے چارہ اپنا پستول بیچنے پر مجبور ہو گیا۔ ویسے بھی اسے سارے

اعضا میں اتنی سکت نہیں رہی کہ پستول کا وزن اٹھاسکے۔“

لیکن کیا شیر فوسے اس پستول کے پاسے میں حکام بالا کی طرف سے پوچھ چوچ

نہیں ہو سکتی؟“

”بالکل نہیں۔۔۔۔۔ وہ آن کل ہما میں رہتا ہے۔ ہوسکے کہہ۔“

”تم ایسے پتلی کو چلا بھی سکتے ہو؟“ جرمنی نے پوچھا۔

”تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟“ دلن نے ناؤاری سے گھوم کر بولا۔ ”چلو ابھی دکھانے

دیتا ہوں کہ مجھے چلانا بھی آتا ہے۔ اور صحیح نشانہ بھی لگاتا آتا ہے۔“

تھوڑی دیر بعد پہاڑی علاقہ ٹولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ دلن نے

واقعی ثابت کر دیا کہ وہ پہلے ہی ایسے پستول چلانے میں ماہر رہا ہے۔

وہ نشانہ بازی کے بعد واپس کیمین میں چلے آئے۔ دلن بچ پر بیٹھا پستول ہٹا

کہہ اٹھا اور وہ دونوں اس کے سامنے بیٹھے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو اسٹاروں



ہی اشاروں میں سمجھا رہے تھے۔

ہسپتال صاف کرنے کے بعد ڈلن اسے لے کر نشست گاہ سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہسپتال کو اپنے کمرے میں چھپا کر نشست گاہ میں لوٹا۔

”آج میں نے قصبے میں جھوٹا سا ایک بنک دیکھا ہے۔“ اس نے معنی خیز انداز میں برقی کی طرف دیکھا۔ ”اگر جیسے پاس ایک اچھا ڈرائیو ہو تو آسانی سے بنک لوٹا جاسکتا ہے۔“

”کار میں چلاؤں گی۔“ مائمر نے جلدی سے کہا۔

”ہو نہہ..... کار کے مجھے بھی آتے ہیں تمہیں؟“ ڈلن نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

”اسیسٹنٹ سٹیفالنا اور طوفانی رفتار سے چلانا اتنا آسان نہیں جتنی آسانی سے تم نے منہ سے بہہ دیا ہے۔“

اس پچھڑکار کو ہم میں سے کوئی بھی طوفانی رفتار سے نہیں چلا سکتا ہے“ مائمر نے کہا۔

”تم سے کس نے کہا کہ میں اس پچھڑکار کو استعمال کرنے جا رہی ہوں؟“ ڈلن بولا۔

..... ”اس کے لئے مجھے کوئی تیز رفتار کار چرانی پڑے گی۔“

”یہ ممکن ہے تم کار حاصل کرو میں اسے چلاؤں گی۔“

”کیا تم اپنی ٹانگ اس معاملے سے علیحدہ نہیں رکھو گی؟“ ڈلن نے ناگوار سی

سے کہا۔ ”یہ تمہارے پس کا کام نہیں؟“

”میں تمہیں ابھی دکھا دوں گی کہ یہ کام میرے پس کا ہے یا نہیں۔“ یہ کہتے ہوئے

وہ تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔ کار میں بیٹھ کر اس نے ابجن اسٹارٹ کیا اور یکدم گیس میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی مہارت کے لیے لیے جو ہر دھکے کھانے کے ڈلن کو تسلیم کر لینا پڑا کہ اتنی بہترین ڈرائیونگ ان دونوں میں سے کوئی نہیں کر سکتا۔ بالآخر اس نے ماترہ کو بھلنے پلان میں شامل کر لیا۔

بنک نوٹس کے لئے ایک بڑی کیڈیلاک حاصل کر لی گئی۔

ماترہ ڈرائیونگ سیٹ سینکھ لے ہوئے تھی اور جرنی اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ڈلن عقبی نشست پر تھا اس نے اپنے اوپر ایک کبل پیٹا ہوا تھا۔ جسمیں اعشاریہ چار پانچ سال کا تھا سن پوشیدہ تھا۔

اس وقت دو پہر کے تین بج رہے تھے۔ سورج کی حدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

اور کار تپتی سرسئی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

ڈلن پلان کی تمام جزئیات پر اچھی طرح سوچ رہا تھا۔ اس نے ایک ایک نکتے کو خطرات کے سامنے رکھ کر پرکھا تھا۔ صبح کے وقت وہ قحبے میں بینک اور اس کے گرد و نواح کا جائزہ لینے اور کار چلانے گیا تھا۔ آتے ہوئے اس نے بینک کے ارد گرد کی تمام سڑکوں اور راستوں کا ایک مکمل نقشہ تیار کیا تھا۔ نقشے سے اس امر کی وضاحت ہوئی تھی کہ بینک قحبے کے وسط میں دائیں جانب واقع تھا۔ فرار ہونے کے لئے تین ممکنہ راستے تھے۔ ان راستوں پر اس نے پینسل کے ذریعے نشان لگادیا تھا۔

انگلی نشست پر پہنچ کر اس نے نقشہ ان کے سامنے بچھا دیا اور سمجھانا شروع کیا۔

”جب ہم لوگ رقم لوٹ کر نکلیں گے تو ہو سکتا ہے شیرف کو پتہ لگ جائے ایسی صورت میں شیرف کے آدمی ہمارا پیچھا کریں گے۔۔۔۔۔ میرے خیال میں ہمارا نچوڑنا

اس رستے سے کیا جاسکتا ہے۔ اس نے لقمے کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ ہمارے پاس تین راستے ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کا بڑقت ہمیں انتخاب کرنا ہوگا۔

”تم! وہ ماڑے مخاطب ہوا۔ تمہیں بے انتہا ہوشیاری کا مظاہرہ کرنا ہے۔ میں جس سمت مرنے کا کہوں تمہارا کام ہے بروقت اس طرف مڑ جاؤ۔ اور کھو تمہارا کام صرف ڈرائیونگ کرنا ہے مشورے دینا نہیں۔“  
پھر وہ جونی کو اس کے فرائض کے متعلق سمجھانے لگا۔

”بنک میں صرف دو آدمی ہیں۔ امید ہے کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کی ایک ایک بیوی ہے اور بچے بھی ہیں۔ اس لئے تمہارا کام پھرتی سے رقم سمیٹاؤ والے سے باہر نکلنا ہے۔ اس دوران ان لوگوں کو میں سمجھاؤں گا۔“  
جونی کے کوٹ کی جیب میں اشاریہ چار پانچ محفوظ تھا۔ ریلوادر کی موجودگی نے اس کے سوجھ بوجھ کو فروغ دیا تھا۔

”وقت اڑانے کے بدھم وہاں جا میں گئے جہاں میں نے اپنی پرانی کار بھپائی تھی۔“  
دھم نے کیڑا لاک سے بچھا پھیرنا ہوگا۔ وہ جگہ قصبے سے میں میل دور ہے اور صحرانے کا ایک مقدس جگہ ہے کہ اس سے ہم شریف کی دسترس سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔  
..... جو شیار! بینک فریڈ آپ کلبے گاڑی کو دائیں سمت موڑ لو۔“

ماڑے نے محسوس کیا کہ اس کا دل پسلیوں کے درمیان بڑی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔  
ڈائریجٹ تھا من سمجھال لی تھی اور جونی نے اشاریہ چار پانچ نکال کر گود میں دھک لیا تھا۔

سارا ایک جھٹکے سے بینک کے سامنے جا رہی۔

اپنے حواس پر قابو رکھنا۔ ڈلن نے مائرمہ کو تاکید کی۔  
 ”تم فکر مت کرو۔ مائرمہ نے اسے اپنا آلٹرمیٹک کوڈ دکھاتے ہوئے کہا۔  
 ڈلن نے کیبل اتار کر کار کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور پھر وہ دونوں بینک کے اندر  
 چلے گئے۔ ڈلن نے تھامسن کو کوڈ کی جیب میں ڈالا ہوا تھا۔

ایک موٹی سی عورت گھر کی کی دوسری طرف چھکی ہوئی ایک شخص سے باتیں  
 کر رہی تھی۔ اسٹول پر بیٹھا ہوا آدمی ڈلن کو دیکھ کر ادھر ادھر ٹپکنے لگا۔  
 ڈلن نے جرنل کو دروازے پر کھڑا ہونے کی تاکید کی اور خود آگے بڑھنے لگا۔  
 ”معاف کیجئے۔“ سختی آدمی اس کے قریب آکر بولا۔ ”بینک کا وقت ختم ہو چکا  
 ہے اور ہم اب بینک بند کرنے والے ہیں۔“

اگر تم لوگ محفوظی دیو اور پھر جاؤ تو کوئی مزاح نہیں ہو سکا۔ ڈلن نے تھامسن  
 جیب سے برآمد کرتے ہوئے سرولہجے میں کہا۔ اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ بینک کے  
 عملے کے دوسرے شخص کسے کانوں تک بھی جا پہنچی۔ اسٹول دیکھ کر دونوں سے رنگ اڑ  
 گئے۔ جرنل نے بھی اپنا اسٹول نکال لیا تھا۔

موٹی عورت نے موجودہ صورت حال دیکھ کر چلنا چاہا۔ مگر دوسرے کچھ  
 ڈلن کی سرد مہر نظروں نے اس کی قوت گم یا فی سلب کر دی۔

ڈلن نے دونوں افراد کے ہاتھ اٹھوا دیے اور خود عورت کے قریب پہنچا۔  
 کئی ثانوں تک وہ دونوں ایک دوسرے کو محسوس کرتے ہوئے عورت کی نظروں میں خوف  
 اور مرد کی نظروں میں سفاکی تھی۔ پھر سفاکی رنگ لائی اور ڈلن کا مکہ عورت کی کپٹی  
 پر پڑا۔ اس کے قریب کھڑے ہوئے شخص نے یہ دیکھ کر ایک دم ہاتھ اٹھا دیئے اور

عورت بے ہوش ہو کر دوسری جانب لڑھک چکی تھی۔

دفعتاً سمجھتی شخص کا چہرہ اندرونی کمر بستہ سرخ ہو گیا۔ ہاتھ اٹھائے اٹھائے  
وہ نیچے بھکتا چلا گیا۔ پھر اس کے منہ سے قے الٹ کر باہر آ گئی دوسرے شخص کا چہرہ  
بھی موت کے خوف سے دھلے ہوئے لٹھے کی طرح سفید ہو گیا۔

جبری لپک کمر دوسری جانب جا پہنچا اور درازوں سے نوٹ نکال نکال کر باہر  
جاسنے لگا۔

سیفٹ کھولو۔ وہ ان کے کمرے سے ایچے میں دوسرے شخص کو حکم دیا اور اسے  
سیفٹ کی طرف دھکا مارا۔ وہ شخص لڑکھڑاتا ہوا سیفٹ سے جا ٹکرایا اور کانپتے اٹھو  
سے سیفٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔ اس دوران اس کی پیشانی سے پسینہ بہہ بہہ کر کالہریں  
جنبہ ہوتا ہوا ہاتھ تھا۔

سیفٹ کا دروازہ کھلتے ہی جبری نوٹوں پر نوٹ پڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس  
نے تمام نوٹوں کو گاغہ کے پیکیٹ میں باندھ دیا۔ گاغہ نوٹ سے نکلی کہ اس نے اس پیکیٹ کو  
اپنے بیگ میں منتقل کیا اور باہر کی طرف بھاگا۔ ماہر نے اسے دیکھتے ہی کارڈ لٹ  
کر دی جبری لپک کمر سوار ہوا اور ماہر نے کار چلا دی۔

جس وقت وہ کارموڑ کمرواپس ہوئی تو ڈلن بینک کی عمارت سے باہر نکل رہا تھا جیسے ہی وہ سڑک پر آیا مائر نے تیزی سے اسٹرنگ اس کی طرف گھما دیا۔ اس کے ساتھ ہی بیکوں کی چڑچاہٹ سے اک شور مچا ہوا گیا۔ بچتے بچتے بھی ڈلن کار کی زد میں آگیا۔ کار کا بایاں کپراس کے کاندھے پر لگا۔ اور وہ ایک جھٹکے سے سڑک کی دوسری طرف جا پڑا۔ مائر نے کار روکی نہیں تھی یہ دیکھ کر ڈلن تیزی سے اٹھ کر کار کی طرف بھاگا۔

اس کے ہاتھ میں تھا من دیا ہوا تھا۔ اس کے چپے ہاتھ بڑھا کر مجھے پہنچا۔ اس نے پھیلا اوروازہ کھول کر جہتی سے کیا۔ جہتی نے اس کا ہاتھ اٹھ کر کھینچ لیا اندر سیٹ پر گر کر اس نے وہ بری طرح ہانپنے لگا۔ مائر نے اپنے دانت بھینچ لئے اسے ناکامی ہوئی تھی ورنہ اپنی جانب سے تو اس نے ڈلن کو کچنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

”مجھے افسوس ہے ڈلن یسین کہ وہ ایک اتفاق تھا میں دراصل ....“  
 ”یاد اس مت کر وکتہ کی کچی: اس نے مائر کی گری پر دو تہڑا دتے ہوئے کہا  
 یہ خود کو بچاتا تو تم نے تو مجھے کل ہی ڈالا تھا۔ اس کے شانے میں درد کی شبیہیں اٹھ رہی تھیں۔ اسی وجہ سے اس کا مزاج بے حد بگڑا ہوا تھا۔ وہ ان دونوں کو غلط قسم کی گایاں بلک رہا تھا۔

ڈلن کی بتائی ہوئی جگہ پہنچ کر انہوں نے مسروقہ کیڈیلاک وہیں چھوڑی۔ وہ اپنی پیلچر جیلوپی میں بیٹھ کر کہین کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر اس سے قبل ڈلن نے انہیں دیتے ہوئے ہتھیار دوبارہ اپنے قبضے میں کر لئے۔

کہین میں پہنچ کر مائر نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور میز پر لا رکھا۔

”کیا ہم نے بنک سے بہت ساری رقم لوٹی ہے؟“ ماہرہ نے ڈن سے پوچھا۔  
 ”تم میں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔“ ڈن غرا کر بولا۔۔۔۔۔  
 ”۔۔۔۔۔ تم یہاں نوکرائی کی حیثیت سے لائی گئی ہو۔“

پھر اس نے کچھ نوٹ جیب سے نکال کر جرنی کی طرف پھینک دیئے۔  
 ”انہیں لے لو۔“

جرنی نے نوٹوں کو ہاتھ تک نہ لگا یا وہ ڈن کے اس رویے پر مشتعل نظر آ رہا  
 تھا۔ ماہرہ نے نوٹ اٹھا کر کہنے شروع کر دیئے۔ جو کہ کل سو ڈالر کے تھے۔  
 ”یہ کیا ہے؟“ ماہرہ نے آگورقی ہوئی بولی۔

ڈن نے میرے پھر ہی اٹھا کر کسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا دی اور بولا۔  
 ”تم اس کیتا کو درمیان سے ہٹا لو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔“  
 ”سو ڈالر بہت کم ہیں۔“ جرنی نے دے دے غصے سے کہا۔

”مت لینا یہ سو ڈالر۔“ ماہرہ بھی غصے سے بولی۔ ”یہ تمہارا حق مارنا چاہتا ہے۔“  
 ڈن ایک دم غصے سے کھڑا ہو گیا اور کہتی اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دی۔

”زیادہ تنخواہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ جرنی پر الٹ پڑا۔ ”یہ ہیں تو  
 دودھ جاد جہنم میں۔۔۔۔۔ اس میں اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اور اس کیتا کو بھی بھونچنے  
 سے روک لو۔“

”جتنی رقم تم مجھے دے رہے ہو کیا وہ میرے کام کے مطابق ہے؟“

جرنی نے کہا

”اور تمہیں کیا چاہیے؟“

”کچھ بھی۔ مگر یہ رقم بہت کم ہے۔“  
 ”کیا منصوبہ تم نے بنایا تھا، تاکہ تم نے دیکھا تھا کہ تم نے چرائی تھی؟“ جرنی  
 خاموش کھڑا رہے گھوڑا مارا۔

”اسے دیکھ لو اب،“ تھوڑی دیر کے بعد ڈلن بولا۔ ”جب ختم ہو جائیں تو اور  
 لے لینا۔“

”اور میں....“ ماہرہ چیخ کر بولی۔ ”کیا میں ایک دھینے کی جیسی حقار نہیں؟“  
 ”تم نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔“ ڈلن حقارت سے بولا۔ ”تمہیں یہاں  
 لانے والا انگ ہے اگر یہ تمہیں کچھ دیتا ہے تو مانگ لو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“  
 کیوں صاحبزادے!

یہ تین روز بعد کا ذکر ہے۔  
 چاند کی سحر انگیز روشنی سرے میں پھیلی ہوئی تھی۔  
 نیند جرنی کی آنکھوں سے کوسوں میل دور تھی اس کا ذہن سوچوں کی گھمبیریاں  
 سلگ رہا تھا۔ اور دل میں ڈلن کے لئے نفرت کے جذبات بھڑک رہے تھے۔



بستر پر بیٹھے ہوئے اس نے منیٹل ہیں پر نگاہ ڈالی ٹائم ہیں ایک بج رہا تھا اس کے دل سے جذبات کی ہوا اٹھ رہی تھی اسے ماٹھے کی طلب محسوس ہو رہی تھی ایک کمر کھتی جو اس کے جسم میں سرایت کر گئی تھی ایک ٹریپ تھی جس سے اپنا جسم لٹکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے سوچا تھوڑا سا ہی تو فاصلہ ہے اس کے اور ماٹھے کے درمیان ایک سامنے والا دروازہ.... جو اس کے اور ماٹھے کے درمیان چٹان بن کر کھڑا تھا۔ کیا وہ اس دیوار کو گرا نہیں سکتا۔ کیا وہ اس کے پاس جا کر اسے اپنی باہوں کے شکنجے میں نہیں کر سکتا....؟ لیکن کیا وہ اسے اپنے قریب پھٹکنے دے گی؟ پھر بھی کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے.... ہو سکتا ہے اس کی قسمت چمک اٹھے۔ حسن کی دیوی اس پر مہربان ہو جائے۔

یہ سوچ کر وہ سب سے پادری باہر نکل آیا۔ ماٹھے کے کمرے کا دروازہ چومٹ کھٹا تھا۔ جہتی یوں کھلی اٹھا جیسے اس کی قسمت کے دروازے کھل گئے ہوں اس کا دل دھڑام۔ دھڑام پسلیوں میں بجنے لگا۔ اور سانسیں دھونے کی طرح چلنے لگیں.... موم جی کی نیم تاریک روشنی میں ماٹھے کا جسمانی حسن اس کے جذبات کو براہِ نگہداشت کر رہا تھا۔

ماٹھے نے بازو پھیلا کر کہا کہ تو یہ شکن انگڑائی لی، جہتی دروازے میں کھڑا ہو کر پیر زبان پھیر رہا تھا۔ اچانک ماٹھے نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، اس کے ہونٹوں پر گناہ آلود مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں آمادگی کا پیغام جہتی اس کی طرف کھینچتا چلا گیا۔ ماٹھے نے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور اس کی طرف چلی آئی۔

اس کے آنے پر میں اسے بتاؤں گی کہ تم مجھ سے زبردستی کر رہے تھے۔ پھر جب وہ تم سے باتوں میں الجھا ہوا ہو گا۔ تو میں سرخ مریچوں کے بیج اس کی آنکھوں میں بھونک دوں گی۔“

”اوہ..... منصوبہ واقعی بہت اچھا ہے۔“ جرئی نے دل چسپی لیتے ہوئے کہا  
 ”اچھا بس مٹھیک ہے میں ابھی باورچی خانے سے مریچ لے کر آتی ہوں!“  
 تھوڑی دیر بعد وہ مریچوں کے بیج اور ایک تیز گرم پھری لے کر اندر داخل ہو گئی:

”دیکھو منصوبہ کچھ لپٹ ہے کہ تم موقع ملتے ہی یہ مریچیں اس کی آنکھوں میں بھونک دینا اور میں یہ پھری اس کی پشت میں اتار دوں گی۔“  
 جرئی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔  
 ”اب میرا لباس جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالو۔“  
 جرئی نے بے چون و چرا تعمیل کی۔  
 ”چلو اب ڈرامہ شروع کروں کہیں؟“

جرئی اس کے اوپر جھک گیا اور سچ مچ دست دراز ی پر اتر آیا۔  
 مائرمہ نے چلانا شروع کر دیا، اس کی چیخوں میں ہڈیاں پن شامل کھا۔  
 تھوڑی دیر بعد دلن کے کمرے کا کھٹ کھٹنے کی آواز سنائی دی۔ مائرمہ بدستور چیختی رہی۔

”سچاؤ..... سچاؤ۔“ وہ ساتھ ساتھ پکارتی رہی۔  
 ”چپ رہو کتیا کی بچی دماغ کلا گھونٹ دوں گا۔“ جرئی نے غر کر کہا۔

”میں کہتی ہوں نکل جاؤ یہاں سے... مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔“  
 ”یہ کیا زور ہے؟“ دروازے پر ڈلن کی کڑک دار آواز سنائی دی وہ  
 دروازے پر کھڑا ان دونوں کو گھور رہا تھا۔

”کچھ نہیں.... تم اپنے کمرے میں جاؤ۔“ جرنی نے وحشت بھرے لہجے میں  
 کہا۔ ڈلن ہاتھ میں ریلوے ٹکٹ سے ان کے قریب پہنچ گیا۔

”خدا کے لئے اس بچے کو میرے کمرے سے نکال لے جاؤ مجھے اس  
 کی ضرورت نہیں۔“ مادہ نے فریض پر کمرے ہو کر کہا۔

”یہ کیا اڈوہم بچا دکھا ہے تم نے؟“ وہ جرنی کو گھورتے ہوئے بولا۔  
 ”جس تم سے یہ عورت بھی نہیں بھگالی جاتی تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی  
 فرض کرو کوئی کارڈالاسٹرک سے لڈے اور تم لوگوں کی چیخ پکار سن لے تو۔“

”میری مدد کرو ڈلن۔“ وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ پھیری اس نے اپنے عقب  
 میں پھپھار کھی تھی؛ مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے کسی قابل نہیں سمجھتے مگر خدا کے لئے اس  
 شیطان کو میرے کمرے سے نکال کر باہر پھینک دو۔ مجھے اس سے نفرت ہے؛  
 ڈلن جرنی کی طرف گھوما ہی تھا کہ جرنی نے مڑچوں کے بیچ اس کی آنکھوں میں ہونک  
 دے۔ ڈلن کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ خارج ہوئی اور وہ ریلوے اس کے ہاتھ سے  
 چھوٹ کر ایک طرف گر گیا۔

جرنی جیت نکلا کہ کمرے سے نکل گیا۔ اور بھاگتا ہوا ڈلن کے کمرے میں  
 پہنچا۔ کمرے میں موم بتی جل رہی تھی۔ اس نے جلدی جلدی کمرے کی تلاشی لینا شروع  
 کر دی۔ اسے تقاس کی تلاش تھی۔ مگر وہ پستول وہاں سے غائب تھا اس نے بے قراری

کے عالم میں میز کی درازیں، بستر، خالی ڈبے اور دوسرے کمرے کھنکھال  
ڈالے مگر پستول نڈارو۔ !

ڈلن کی وحشیانہ چیخیں سن کر اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ دفعتاً  
گولی چلنے کا دھماکہ ہوا وہ تیزی سے باہر کی جانب دوڑا۔ ڈلن کمرے سے باہر  
نکل رہا تھا۔ اس کے قدم ڈمکناں سے ٹکے ایک ہاتھ آنکھوں پر تھا۔ اور دوسرے ہاتھ  
سے وہ گولی اٹھانے ہوئے تھا۔

وہ اتنی تیزی سے باہر نکلا تھا کہ جرنی ایک دم اس کے سامنے آ گیا۔ اضطرابی  
کیفیت میں اس نے ہسٹ کر بھاگ جانا چاہا۔ مگر وقت گزر چکا تھا۔ ڈلن کے ریلوے  
نے ایک شعلہ اگلا اور گولی دیوار میں گھس گئی۔ جرنی نے بھاگنے کی کوشش کی مگر ڈلن  
نے ایک پھٹیلے سے اسے کمرے کے اندر کھینچ لیا۔ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے فرش پر  
گم پڑے کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے لیے ہوئے نبرد  
آزماؤں میں مصروف تھے۔

”میں نے اسے پکڑ لیا ہے مائرم۔ .... جلدی آؤ۔“ جرنی چلا کر بولا۔

مائرم اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔

پھر اچانک کمرے میں گھٹی گھٹی چیخیں ابھرنے لگیں۔

”مم۔ مائرم۔ .... وہ میں مرا یہ میری .... یہ میری .... آ۔ ....

آ۔ .... آہ۔ ....“ یہ جرنی کی چیخ تھی۔ درد و کرب میں ڈوبی ہوئی چیخ۔ ....

اور پھر تھوڑی دیر بعد سناٹا چھا گیا۔

دفعتاً ایک کھردرا ہوا آواز اس کی کلائی پر جم گیا۔ کسی نے اس کی کلائی مروڑی

شرع کر دی اور پھر اس کے ہاتھ سے نکل کر گئی۔

”تم نے اسے قتل کر دیا ہے بے وقوف لڑکی!۔“ ڈلن کی دہشت ناک آواز سن کر مائہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سرولہر دوڑ گئی۔

ڈلن نے ماچس جلا کر موسمِ ہتی روشن کی اور اس کی طرف گھوم کر پوچھا۔

”میں نے اس کی آنکھیں نکال لی ہیں۔“ اس کا چہرہ بھیانک حد تک بگڑ گیا تھا۔ مائہ کی نگاہیں اچانک اس کے ہاتھوں پر پڑیں اور وہ سرتاپا لہز اٹھی۔ ڈلن کے دونوں ہاتھوں سے خون کے موٹے موٹے قطرے ٹپک رہے تھے۔

”تم نے پھر مجھے مارنے کی کوشش کی ہے۔“

”مم۔ میرا کوئی قصور نہیں۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ مجھے تو جہنم نے کہا تھا۔۔۔۔۔“ وہ دہشت سے ہلکائی۔

”وہ گدھا ایک مکھی بھی نہیں مار سکتا۔ یہ تم ہی تھیں جس نے اسے میرے

خلاف بھڑکایا اس سے پہلے بھی تم نے مجھے مار کے ذریعے کچلنے کی کوشش کی تھی مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے ہی بوڑھے بچے پر پورتی مار کر پھاڑ ڈالا تھا۔۔۔۔۔ تم مار کر لڑتی ہو!“

”مجھے مت مارو۔۔۔۔۔ خدا کے لئے مجھے مت مارو۔۔۔۔۔“ وہ اسے اپنی جانب

بڑھتے دیکھ کر ہڈیاں انداز میں گڑ گڑائی۔

ڈلن نے جھپٹ کر اسے گہرے دہریچ لیا اس کی بھیجی بھیجی آنکھوں میں خوفناک دھمکی کا حضور نمایاں تھا۔

”یہیں میں تمہیں مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ وہ سکون سے بولا۔ ”تم نے

مجھے دھوکا دینے کا انجام تو اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ اس لئے اب تم میرے ساتھ رہو گی جب بھی مجھے غصہ آیا کرے گا۔ تو میرے ہاتھوں پٹا کر دو گی۔ میں اور تم اکٹھے رہیں گے جو میں کہوں گا تم وہی کر دو گی۔ کیونکہ میں تمہارا باس اور تم میری غلام ہو۔  
 میں تمہاری ہر بات مانوں گی ؟ وہ جلدی سے بولی۔

۱۱

کینا سٹی میں سینکڑوں اینڈ سے کچھ فاصلہ پر، مس بنو ایک ڈریس شاپ چلا رہی تھی۔

وہ ایک فربہ اندام نیگس تھی، جسم پر چربی کی تھوں کی اتنی زیادتی ہو چکی تھی کہ جسم مضحکہ خیز حد تک پھول کر فٹ بال بن گیا تھا۔

ڈریس شاپ تو محض دکھاوا تھا ورنہ درحقیقت آمدنی کا راز دکان کے عقب میں واقع چھوٹے سے ہوٹل میں مضمر تھا۔ جہاں وہ رات کی آڑ میں کینا سٹی کے بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد کو پناہ دیئے ہوئے تھی۔ وہاں بڑے پیمانے پر چوچلتا تھا۔ علاوہ ازیں کاکھن کو لڑکیاں بھی فراہم کی جاتی تھیں۔  
 مس بنو ہمیشہ پولیس کی دسترس سے محفوظ رہی تھی۔ کئی مرتبہ پولیس نے

اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر جواباً اس نے پولیس کو ایسے ہاتھ دکھائے کہ وہ اپنا سامنے لے کر لوٹ گئے۔ لیکن لوگوں کا قیاس تھا کہ اس نے پولیس کٹرز کو اپنی جیب میں ڈال رکھا ہے۔

وہ رات کے وقت وہاں پہنچے۔ اس وقت کینساس سٹی میں بارش اپنے زور پر تھی۔ دریا کی جانب سے اٹھنے والی طوفانی ہولناقتیں بھر میں تھلکے مچا دیا تھا ایک طرف بارش کا طوفان اور دوسری طرف یخ بستہ ہواؤں کا زبردستور... گزر گاہیں دیران پڑی تھیں... سڑکیں سنسان تھیں... انہوں نے جھپٹ پر رہن کوٹ چڑھا رکھے تھے۔

ڈون نے دروازے پر نصب کال بلی دہائی دو کہیں بلڈنگ کے اندر گھنٹی کی مترنم صدا گونجنے لگی۔ قد سے تو قف کے بعد اس نے اپنا گینڈے جیسا جسم سمجھاتی دروازے پر نمودار ہوئی۔

”کیا چاہیے؟“ اس نے دکھائی سے کہا۔ ”میرا خیال ہے تم لوگ غلط جگہ کھڑے ہو۔“ ٹھیک کہتی ہو صبح جگہ تو اندر ہے راستہ چھوڑ دو ہم اندر آنا چاہتے ہیں۔ ڈون نے کہا۔

”تم لوگ آئے کہاں سے ہو؟“ وہ سہمنائی۔

”یہ باتیں اندر پہنچ کر بھی ہو سکتی ہیں؟“ ڈون نے خشک لہجے میں کہا: ”تم دیکھ رہی ہو کہ میں بھیگ چکا ہوں۔“

فریڈ انڈام نے قد سے ہچکچا ہٹ کے بعد راستہ چھوڑ دیا۔

”چلے آؤ۔“ اس نے کہا۔ اور وہ دونوں پہنچ گئے۔ بنو نے انہیں

ایک کمرے میں بٹھا دیا۔

”اب بتاؤ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟“

”پلاسٹس دل سے۔“

”کس نے بھیجا ہے؟“

”کبھی نیلسن کا نام سنا ہے؟“

”ہاں میں اسے جانتی ہوں۔“

”میرا نام ڈلن ہے۔ میں اس کے آدمیوں میں سے ہوں۔“

”مگر میں نے تو سنا تھا نیلسن کے تمام آدمی جہنم میں پہنچ چکے ہیں؟“

”مگر میں زندہ ہوں۔“ ڈلن اٹک کر بولا۔ ”اب یہ کڑے ٹھم کمرہ اور ہمارے لئے“

ایک کمرے اور کھانے کا بندوبست کمرہ۔“

”ایک دن کا کمرہ یہ پچاس ڈالر ہے۔“

”اوہ خدا کی پناہ۔“ مائے نے پہلی مرتبہ دخل اندازی کی۔ ”اتنا کمرہ تو بیل“

مونٹ پلازہ کا بھی نہیں۔“

”تم چپ رہو۔“ ڈلن نے اسے ڈانٹا۔ ”ہم یہیں ٹھہریں گے۔“

”یہاں ٹھہرنے سے پہلے اپنی جیب ٹٹول کر دیکھ لو ورنہ چلتے پھرتے نظر آؤ۔“

ڈلن کے ہونٹوں پر سرد قسم کی مسکراہٹ ابھڑائی۔ اس نے جیبے نوٹوں کی

ایک گڈھی ہراندی نوٹوں کو دیکھ کر مس بنوئے گھر گٹ کی طرح رنگ بدلا اب اس کے

ہونٹوں پر گرہیں میں لپٹی ہوئی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”ایک مہینے کا کمرہ یہ ایڈ والٹس۔“ وہ خوشگوار لہجے میں بولی۔ ”میں تمہارے لئے کمرہ“



قال کروائے دیتی ہوں۔

ڈلن نے چند نوٹ کھینچ کر اس کی مٹھی میں دبا دیئے اور اس نے مٹھی کو اس طرح دبا لیا، جیسے نوٹ نکلی کر لے جائینگے۔

پھر وہ انہیں زیرِ مین جھسے میں لے گئی جہاں دونوں جانب کمروں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ جو کمرا ان کے لئے چھوڑا گیا تھا، وہ کافی کشادہ تھا۔ دو لنگڑوں کے علاوہ کرسیاں، میزیں، ریڈیو اور دیگر ضروریات کی چیزیں بھی موجود تھیں۔ بیڈ کے ساتھ ہی ایک باغیچہ روم ملحق تھا۔ غرض کہ کمرا ہر اعتبار سے مکمل تھا۔

میں، بیچا انہیں کمرے میں چھوڑ کر کھانے کا انتظام کر کے چلی گئی۔  
”تم بڑی شاہِ خوجی دکھاؤ ہو کیا یہ کمرا پچاس ڈالر کے لائق ہے؟“ ماہرہ نے ڈلن سے کہا۔

”لو اس بات کہ وہیں کچھ سوچکر ہی یہاں ٹھہرا ہوں۔ یہاں میری ملاقات شہر کے مشہور غنڈوں سے ہو سکتی ہے۔ جن کے ذریعے میری آمدِ فن کے دروازے کھل جائیں گے۔ کیا پچاس ڈالر میں یہ سودا مہنگا ہے گا؟“ یہ کہتے ہوئے اس نے بیڈ فضائیں اچھالا جو کھینچی میں جا کر لٹ گیا۔

”میں کافی سڑھ سے اس پیشے سے منسلک رہا ہوں۔ پھر کسی وجہ سے مجھے روپوش ہونا پڑا اب میں دوبارہ ایک مقام حاصل کرنے کی سوچ رہا ہوں؟“

ماہرہ نے اپنا اٹھ اس کے گہریاں میں پھیرتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا  
”تم ان لوگوں کو اپنی مٹھی میں بند کرنے کے متعلق سوچ رہے ہو نا؟“

”کیا مطلب؟“ وہ چونک پڑا۔ ”یہ تمہیں کس نے بتایا؟“  
 ماٹمہ کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی چھا گئی اب وہ ادھیڑ عمر کی ایک زمانہ  
 شناس عورت معلوم ہو رہی تھی جو اپنے لڑکے کی نادانی پر لمبے سمجھانا چاہتی ہو۔  
 ”یہ میرا اندازہ ہے۔ تم جراثیم پیشہ لوگوں کا سربراہ بننے کے خواب دیکھ رہے ہو  
 تم انہیں اپنے کہہ تب دکھا کر رفتہ رفتہ ان کی نس نس میں اتر جانا چاہتے ہو۔ اور  
 کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہاری ماہ میں آنے والی ہر رکاوٹ تمہاری ایک ہی ٹھوکر سے  
 گر جائے۔“

ڈلن سنکے میں آگیا۔ چند لمحوں تک وہ اس مکار لڑکی کو کینہ توڑ نظر دیا  
 گھورتارہا پھر اس نے چھٹ کر اس کی کلائی دلو پچ لی۔ سخت اور گھمردری الکلیاں  
 ماٹمہ کی کلائی میں دھنسنے لگیں۔

”تم نے صبح اندازہ لگایا ہے بے بی۔“ اس کا لہجہ اسپاٹ تھا۔ اس کا مطلب یہ  
 تم میرے متعلق کافی سوچتی رہی ہو۔“

دونوں ایک دوسرے کے معنی خیز انداز میں گھور رہے تھے۔  
 ”کیا تم یہ باقی پولیس کو بتا دو گی؟“ ڈلن نے شکوک لہجے میں کہا۔

”ہیئنہ۔“ وہ زہریلے انداز میں ہنس دی۔ پولیس تمہارا کیا بگاڑے گی۔۔۔  
 پولیس نے اس وقت تمہارا کیا بگاڑ لیا تھا جب تم نے نیلسن کو موت کے گھاٹ اتار دیا  
 تھا۔۔۔۔۔ پولیس نے اس وقت کیا کیا جب تم نے میرے باپ کو گولی مار دی۔۔۔ وہ  
 پولیس اب کیا کر سکی جب تم ایک ایران کیبن میں نک جرنی کو موت کی نیند سلا کر ڈال  
 سے کینساس سٹی میں مجرموں کی پناہ گاہ میں بیٹھے ہو؟“

کافی دیر وہاں خاموشی طاری رہی۔ دونوں اپنی جگہ پر ایک دوسرے کے متعلق تیزی سے سوچ رہے تھے۔

دفعۃً دروازے پر ہونے والی دستک نے انہیں چوڑکا دیا ڈلن نے دروازہ کھولا۔ سامنے ایک بلی پتلی اور ستے ہوئے چہرے والی لڑکی کھانے کی برے لئے کھڑی تھی۔

۱۲

روکسی اپنے کمرے میں ناشتہ کرنے میں مصروف تھا اس کے سامنے میز پر کینا سٹی ٹائمز پھیلا ہوا تھا جس تیزی سے وہ ناشتہ کر رہا تھا اتنی ہی تیزی سے اس کی نظریں اخبار کے کالم پر پھسل رہی تھیں۔

فین کوئلٹ بستر پر مارا تھی۔ سگریٹ اس کے ہونٹوں میں دبایا ہوا تھا اور وہ نیم باز آنکھوں سے روکسی کو دیکھ رہی تھی۔

”مجھے تمہاری یہ عادت بری طرح کھلتی ہے۔ کم از کم ناشتہ کے دوران تو اخبار مت پڑھا کرو۔“ وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

”اخبار سنسنی خیز خبروں سے بھرا ہوا ہے دیکھا“ وہ اخبار سے نظریں ہٹائے

لغیر لولا۔

”بھار میں گئیں سنسی خیز خبریں،“ اس نے اخبار میں ہر سے کھینچ لیا،

”آرام سے ناشتہ کرو۔“

روکھی نے مسکرا کر فین کی طرف پکھا اور کافی کا کپ پینے کے بعد سگڑا بیٹگانے

لگا۔

”آج کا کوئی پروگرام؟“ اس نے دھواں اٹکتے ہوئے کہا،

”دس بجے ہم ہوٹل میں پینچ لے رہے ہیں۔“ فین نے انگڑوائی لیتے ہوئے کہا،

”اچھی بات ہے میں تمہیں ٹھہر رہی ہوں گا،“

”نہیں تم خود دباں پہنچ جانا،“

”چلو اس طرح سہی۔“

دروازے پر دستک ہوئی روکھی کا ماتھے بے اختیار کوٹ کی جیب میں پڑے

دیا لور کی طرف بڑھا۔

”کون؟“

”دروازہ کھلو روکھی سب ٹھیک ہے،“ مس بینو کی چلبلائی آواز سنائی دی

روکھی نے دروازے کا بولٹ گھما دیا،

”تمہارے لئے خوشخبری۔! تمہارے نئے پڑوسی آکر آباد ہو چکے ہیں۔“

”اوہ۔ یہ کون ذات شریف ہیں؟“

”نہ صرف ذات شریف بلکہ ذات شریف بھی ساتھ ہے،“ مس بینو نے سنیں

کہہ کہا،



کی کوشش کی تو میں اس کی آنکھیں نکال لوں گی؟

”ارے اب بھلا مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ ایک وقت دو قوتوں کا مقابلہ کروں۔“ روکسی نے ہنسنے ہوئے کہا۔

اس کے جانے کے بعد روکسی نے دوبارہ اخبار اٹھا کر جرائم کی خبریں پڑھنا شروع

کے دیں۔

روکسی قد و کاٹھ کا خوبصورت آدمی تھا۔ اس کا تعلق کاروبار میں چھری کہنے والے ایک گروہ سے تھا۔ ہر سفتے خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی تھی۔ جرائم کی دنیا میں کافی عرصہ سے موجود تھا مگر ابھی تک کوئی پولیس ریکارڈ نہ تھا۔ جرائم میں وہ چھری چکاری تک ہی محدود تھا کبھی لوہیت قتل و غارت گری تک نہ پہنچی تھی۔ اسی وجہ سے اس کی زندگی خوشگوار گزر رہی تھی۔

برے دنوں میں فین کو لسٹ نے اس کی کافی مدد کی تھی جس کی وجہ سے ان کی دوستی ہو گئی۔ فین کا کام لوگوں کی جیبیں صاف کرنا تھا۔ صبح سویرے وہ بیگ ہاتھ میں ڈال کر پھرتے نکل جاتی اور شام کو زیورات اور نقدی سے لدی پھندی لوٹتی۔

وہ عرصہ اٹھارہ ماہ سے ایک ساتھ رہ رہے تھے۔ مجموعی اعتبار سے دونوں ایک دوسرے سے خوش تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی شخصیت کے متعلق اپنی اپنی رائے رکھتے تھے۔ فین کا خیال تھا کہ روکسی جنونی یورپ کا ہوا کوئی شخص ہے جو یہاں گناہی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور روکسی کا خیال تھا کہ فین کوئی آوارہ مزاج کی فلمیٹ گمل ہے۔ تاہم وہ ہر اعتبار سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ اکٹھے رہتے

تھے اکٹھے سوتے تھے اور ان کے درمیان جنسی تعلقات بھی قائم تھے۔

روکی نے جیسے جیسو نغم کا ایک ٹکڑا نکال کہ منہ میں رکھا اور پر خیال انداز میں جبرے ہلانے لگا۔ اس کے ذہن کے پردے پر وہ تمام باتیں ابھر رہی تھیں۔ جو وہ دل کے بائیں میں لوگوں سے چکا تھا۔

وقت گزاری کے خیال سے اس نے گٹا راٹھلیا اور بیڈ پر لیٹتے ہوئے اس کے تاروں کو پھیل دیا۔ اس کی نگاہوں میں ماہرہ کی خیالی تصویر اتر آئی۔ ... شاید وہ میرے نغموں کی لے سے متاثر ہو کر چلی آئے۔۔۔۔۔ پر امید نظروں سے کھلے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سوچا۔

رفتہ رفتہ گٹا رک لی ہے میں اس کی پرسوز آواز بھی شامل ہو گئی۔ ساڈا اور آواز کا سنگم۔۔۔۔۔ روح کی گہرائیوں میں اتر جانے والی موسیقی۔۔۔۔۔ دل کے تاروں کو ہنچھنا دینے والی صدا۔۔۔۔۔ کمرے کا ماحول اک عجیب سحر میں گرفتار محسوس ہونے لگا۔۔۔۔۔ وہ فن کی گہرائیوں میں کھو چکا تھا۔ اس کی صدا اس کے دل سے ہم آہنگ ہو رہی تھی۔ اس کا وجود گٹا کے تاروں سے ابھرنے والی موسیقی میں ڈوب چکا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے گاٹا رہا۔ بجا تا رہا۔۔۔۔۔ ارد گرد کے ماحول سے بے خبر اس کی انگلیاں گٹا کے تاروں میں روح بھونکتی رہیں۔

پھر اچانک اس کے ہاتھ تھم گئے۔ زبان رک گئی۔۔۔ آنکھیں کھولیں۔ تو سامنے ماہرہ کھڑی اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔

”ارے تم ضرور یہ سمجھ کر آئی ہو گی کہ یہاں شاید کتوں کی لڑائی ہو رہی ہے؟“

”اوہ نہیں۔“ وہ مسکرا کر بولی، ”تمہاری آواز بے شک لا جواب ہے، بجا بھی

اچھا لیتے ہو لیکن کمروں میں تمہاری آواز سے متاثر ہو کر چلی آتی ہوں۔  
 ”کیا واقعی؟“ اس نے خوش ہو کر کہا۔ ”اچھا تو اب سٹاری ریور“ کا ایک  
 اور نغمہ سناؤں؟“

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ہاتھ یا ندھ کہ کھڑی ہو گئی۔  
 روکی نے مسکراتے ہوئے ایک شوخ نغمے کا ساز چھیڑ دیا۔ اس دوران میں اس نے  
 ماترہ کی خوبصورت آنکھوں کی گہرائی میں جھانکتے ہوئے سوچا کہ فین کے چہرے کی  
 نسبت اس لڑکی کا چہرہ کتنا ہموار اور پرکشش ہے۔ دوسری طرف ماترہ سوچ رہی  
 تھی کہ روکی کی مشیمہ جارج رائف سے کس قدر مشابہ ہے۔ پہلی ہی نظر میں اس کی  
 آنکھوں میں روکی کے لئے پسندیدگی کے تاثرات ابھرتے تھے۔

ڈلن جذبات سے عاری چہرہ لئے کمرے میں داخل ہوا۔ روکی نے مسکرا  
 کر اس کی طرف دیکھا اور کانابند کر دیا۔

”میں اپنے پڑوسیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔“ روکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اور اس  
 بات کا خواہاں ہوں کہ تم لوگ پینے میں میرا ساتھ دو۔“

ماترہ کمرے پر ٹیٹھ کئی گھر ڈلن بدستور کھڑا ہوا مختلف ذراویوں سے روکی کا  
 جائزہ لیتا رہا۔

روکی نے تین ہائی بال لاکہ میز پر رکھ دیئے۔ ڈلن نے اپنا گلاس میز پر سے  
 اٹھا کر اٹھا کر دیا۔

”کیوں؟“ روکی نے پوچھا۔

”میں نہیں پیتا۔“



”اچھا بھیر بیچہ تہ جاؤ۔“ مانرہ نے کہا۔  
 ”مجھے مانرہ کہتے ہیں۔“ مقوڈی دیر بعد اس نے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے کہا  
 .... ”اور یہ ڈلن ہے۔“

”یقین کرو مجھے تم لوگوں سے مل کر۔۔۔۔“

”تم کیا کہتے ہو؟“ ڈلن نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

”میں یہاں روکسی کے نام سے پکارا جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے ہمیں پیشے کے  
 متعلق گفتگو کرنے سے پہلے دیگر حالات کی طرف مائل ہونا چاہیے۔ تاکہ ہمارے  
 درمیان تعلقات کی بنیاد دور ہو جائے۔“

”تعلقات کد کو لی مارو۔“ ڈلن نے ناگوارگی سے کہا۔ ”میں شرط لگا سکتا ہوں

کہ تم میرے متعلق اچھی طرح جانتے ہو۔“

روکسی نے ہیٹ آنکھوں پر جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ اس پر واضح ہو رہا تھا۔ کہ  
 اس شخص کے متعلق جو کچھ وہ سن چکا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ اس  
 کی نظروں کے سامنے وہ منظر بھی گھوم گیا۔ جیب ڈلن نے ایک شہر کے عین بیچ بیانگ  
 دہل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

”اے میں نے تمہارے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”لیکن میرا پیشہ

مجھڑ سا ہے۔ میں کاریں چرانے والی ایک جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ کافی عرصہ  
 سے یہی دھندہ کر رہا ہوں۔“

ڈلن کے ہونٹوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ دوڑ ہو گئی۔

”میں کافی عرصہ بعد یہاں وارد ہوا ہوں۔“ اس نے کہا۔

ہاں۔ میرا خیال ہے اب تک تم لوگوں کے لئے بھولا بسرا انتخاب بن گئے ہوں گے۔

میں اپنا مقام حاصل کرنا جانتا ہوں اسی لئے یہاں کے پھنے خان سے ملنا چاہتا ہوں۔

”ضرور ضرور۔ میں تم سے پورا پورا تعاون کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں تمہیں

یہاں کے حالات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہاں سے پہلے لوگوں کی بد معاشی

ختم ہو چکی ہے اور جوئے پھنے خان آئے ہیں۔ وہ دل میں یہ گمان کئے بیٹھے ہیں کہ کوئی سوا

ان کے راستے میں مائل ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کو پھیرنا

الیا ہی ہے جیسے بھڑوں کے چھتے کو پھیر دیا جائے یہاں ہر قدم چھونک پھونک کر

اٹھنا پڑتا ہے کہ کہیں غلطی سے کسی سوئے ہوئے بھیڑیے پر نہ پڑ جائے۔

میں ان کو اسے بٹنا اچھی طرح جانتا ہوں۔“ ڈن نے سر دلیچے میں کہا۔

”یہاں تنہا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔“ روکی بولا۔ میں عرصہ دس سال سے دنیا سے

جرائم میں رہ رہا ہوں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرا پاؤں کبھی کسی سوئے ہوئے بھیڑیے پر

نہیں پڑا یہ لوگ بے حد مکار فریبی بے حس اور خطرناک ہوتے ہیں۔ فرض کیا تم پھنے

خال ہو۔ اس صورت میں تمہیں نہ صرف اپنی حفاظت کا مکمل انتظام کرنا ہوگا بلکہ

ایف بی آئی کے پیچوں سے محفوظ رہنے کے لئے انہیں اتنا چارہ ڈالنا ہوگا کہ وہ لوگ

بال بھون چڑھائے بغیر تم سے مصافحت کئے رہیں۔“

لیلی فن کی گھٹلی نے انہیں چونکا دیا۔ روکی نے جا کر رسیور اٹھایا۔

”گلی میں کچھ لوگ لشت کرتے پھر رہے ہیں۔“ دوسری طرف سے ایک بھنبھاتی

ہوئی آواز سنائی دی۔ ”میرے خیال میں وہ لوگ ایف بی آئی کے ایجنٹ ہیں۔۔۔“

ادو اب وہ لوگ ادھر ہی آرہے ہیں۔“

”یہ وقت اطلاع کے لئے شکریہ پال۔“ یہ کہہ کر اس نے رسیڈر رکھ دیا۔

”سنا تم نے۔ ایف بی آئی کے ایجنٹ ادھر آ رہے ہیں۔ تم لوگ جلدی سے

اپنے ریلوے چھپا دو ورنہ وہ مصیبت کھڑی کر دیں گے۔“

لیکن ہم انہیں چھپائیں کہاں؟“ مانرو نے پوچھا۔

”روسی نے آئسڈان کے قریب پہنچ کر اس کا اندھونی حصہ دراز کی طرح باہر

کھینچا۔ اندر کا فی خلاء نظر آ رہا تھا۔“

”ایسی ہی دراز بڑھیا نے ہر کمرے میں بنوائی ہے۔“

ڈن اپنے کمرے میں گیا اور اپنے دونوں ریلوے اور ایک تھامن کا پستول

خفیہ دراز میں ڈال کر روکسی کے کمرے میں لوٹ آیا۔

اچانک باہر جیسے بھونچال سا آگیا۔ داہاری میں دھڑا دھڑا لوٹ بکنے

لگے۔ بالآخر یہ بھونچال روکسی کے کمرے کے سامنے آکر ختم ہو گیا۔ دھماکے سے دروازہ کھلا

اور دو گز بڑی قسم کے آدھی دھناتے ہوئے اندر داخل ہوئے

۔ ”ہیلو بوائیز“ روکسی نے کمری پر بیٹھے بیٹھے چیخ کر کہا۔

”میرا خیال ہے تم لوگ یہاں میری بد سو ننگھے ہوئے تو نہیں آئے ہو؟“

”مجھ سے بات کہتے ہوئے شرافت سے کھڑے ہو جا یا کہو۔“ اگلے شخص

نے ناک بھونچا کر کہا۔

روکسی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ جیسے اگر اس نے ذرا سی بھی تاخیر کی تو کمری میں

کمرٹ دوڑنے لگے گا۔

”میرٹن ان آپ کافی عرصہ بعد نظر آ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے بہت مصروف

وہ چاروں زہریلی کے ہونٹوں میں چبے ہوئے اور بال میں کمرے پر بھی ہونٹوں  
لشتوں پر جا بیٹھے۔

ہاں سے طوفان یہ مائیکہ اور ڈلن ہیں .... ہمارے پرلوسی :

لیکن میں کو صروت ڈلن سے ملنے کی خواہاں تھی :

تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی : وہ ڈلن سے "محبوبی جوان سب سے

لا تعلق خلائ میں گھوڑے جا رہا تھا :

مائیکہ ناچہرہ جذبات سے مادی نظر آ رہا تھا اس کے سامنے والی لشت

پر فین بیٹھی تھی اور سامنے والی لشتوں پر ڈلن اور کسی نظر آ رہے تھے :

"مجھے تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی مسٹر روکھا : مائیکہ نے فین کو چہلے کی

مغرض سے کہا :

ہے ! " فین نے تلملا کر اس کی طرف دیکھا : "تم اپنی ماں کی گود سے بھاگ کر

یہاں کیا کر رہی ہو .... اور تم نے بھی اچھا نہیں کیا اس بچی کو اغوا کر کے " آخری

فقہ اس نے ڈلن سے مخاطب ہو کر کہا تھا :

"اے مت چھیڑو : " مائیکہ نے ڈلن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا : وہ

ہے ہیں۔ اس مرتبہ اس کا لہجہ مودبانہ تھا۔

”تمہارا رولڈ اور کہاں ہے؟“

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب میں بارودی اشیاء سے دور ہی رہتا

ہوں۔“ اچانک اس کی نظر ڈلن اور مائزہ پر پڑی۔

”میرا خیال ہے یہ کوئی نیا ہی جانور ہے۔ سٹران نے اپنے ساتھی سے کہا۔ جواباً

اس کے ساتھی نے ڈلن کو دیکھ کر الیامہ بنایا جیسے غلطی سے کوئین کی گولی چبا گیا ہو۔

”ہے۔ تم کون ہو سٹران یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو؟“ سٹران نے اپنے روائی

لہجے میں کہا۔

”اگہ میں یہاں اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ کر تھوڑی سی پیتا ہوں تو تمہیں

کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“ ڈلن نے کہا۔

”تم آئے کہاں سے ہو؟“ سٹران نے سخت لہجے میں کہا۔

ڈلن نے غضبناک انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ سٹران نے ایک نہ بدست گھونٹ

اس کے جبر سے پردے مارا جس کے نتیجے میں ڈلن کمر کی کمیت دوسری طرف الٹ گیا۔

”ڈلن اسے کچھ نہ کہنا ورنہ جان عذاب میں پھنسا بیٹھو گے۔“ روکی نے چیخ کر

کہا۔ ڈلن فرشتے اٹھا، کمر کی کورسیدھا کیا اور نفرت انگیز اذانت سے سٹران کو ٹھوٹے

ہوئے جبر اسہلانے لگا

”سنو پالڈی بندر!“ سٹران نے دانت پیس کہ کہا۔ ”جیب میں کوئی سوال

کدوں تو فرمانبردار بچوں کی طرح جواب دیا کمر۔ شاباش اب بتاؤ تم کہاں سے آئے

ہو اور تمہارا نام کیسا ہے؟“

دوسرے شخص دِلن پر رلیا اور تانے کھڑا تھا۔

”میں۔ پلاسٹول سے آیا ہوں اور نام جہ فیہے۔ نک جرنی۔“ دِلن

نے دانت بھینچ کر کہا۔

”بہت اچھے۔“ سٹران نے خوش ہو کر کہا۔ ”سنو بر فخر دار یہاں سے جتنی

جلد ممکن ہو لیٹر پوریا گول کر جاؤ۔ میں یہاں کی فضا مگر نہیں دیکھ سکتا۔ ویسے

کہیں اور جانے سے بہتر ہے پلاسٹول جا کر امن سے رہو۔ سنا تم نے؟“

دِلن انتہائی مضبوط سے غصہ دبائے کھڑا تھا اسے خاموش دیکھ کر سٹران نے

دوبارہ مکہ بنایا۔

”میری بات کا جلب دو بر فخر دار۔ یا دوں ایک اور گھولنس؟“

”میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔“

”بہت اچھے۔“ سٹران نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ ”بہت ہی اچھے۔۔۔۔ اور سٹر

اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟“ وہ ماترہ سے مخاطب ہوا۔

”میں اس کی بیوی ہوں؟ ماترہ نے پر وقار لہجے میں کہا۔

”یہ جگہ تمہارے لئے نہیں ہے سٹر۔ اس بندر کے ساتھ تمہاری جوڑی بالکل

نہیں سمجھتی اس لئے بہتر ہے کہ فوراً اپنی والدہ کے پاس لوٹ جاؤ۔“ یہ کہہ کر وہ کمرے

سے نکل گیا۔

”تم سے بھی پنٹ لوں گا۔“ دِلن دانت پیس کر غرایا۔

صرف جوان اور نرم و نازک لہر کیوں کو پسند کرتا ہے تم جیسی سڑی بسی ڈبل روٹیوں کو نہیں... ہمیں یقین آتا تو پوچھ لو۔

فین غصے سے اٹھ بگولہ نظر آ رہی تھی۔ چہرے کے تیور سے ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ماہرہ پر جھپٹ پڑے گی۔

”صرف باتوں سے کام چلے گا۔ بچے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، ماہرہ نے چلنے والے انداز میں کہا۔

روکی روٹیوں کی لڑائی سے ہیشہ ہی گھبراتا تھا۔ اس لئے ان دونوں کی نوک بھونک سن کر وہ ہدمرہ سا ہو گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ یہ لڑائی طول پکھٹی ویر شراب کا آرڈر سٹرو کر لے ان کی میز پر پہنچ گیا۔ اور وہ لوگ شراب کی پسکیاں لینے میں مصروف ہو گئے۔

”کیا بات ہے ڈیر تم بہت خاموش ہو؟“ فین ڈلن کے سامنے میز پر جھکتی ہوئی بولی۔ جھکنے سے اس کا سامنا سینہ نظر آنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ حربہ بڑے بڑے زاپٹوں کے پیمانے پر لڑنے کے لئے اکیس ہے۔ مگر یہاں تو الٹی لنگاہ رہی تھی۔ ڈلن نے اس پر ہی طرح سے ٹھوکر ماری کہ دیکھا کہ وہ سہم کر سیدھی ہو گئی۔

یاد ہے تم نے مجھ سے کچھ کہا تھا، ڈلن نے روکی کو مخاطب کیا۔

”اوہ ہاں..... وہ سامنے بھاری بھر کم آدمی دیکھ رہے ہوتا اس کا نام ہرٹ

ہے۔ یہ یہاں کا پھنے خال ہے۔ اس کا کاروبار شیطان کی آنت بن کر سائے قبضے میں پھیلا ہوا ہے۔“

ڈلن نے روکی کی بتائی ہوئی سمت دیکھا۔ کمرے کے عین وسط میں ایک بھاری

بھر کم جسم والا آدمی بیٹھا شراب نوشی میں مشغول تھا۔ میز پر وہ تہنا تھا۔ سیاہ رنگ کے بیش قیمت لباس میں وہ کسی ملک کا سربراہ نظر آ رہا تھا۔

”کیا تم کبھی اس سے ملے ہو؟“ مائرنہ نے روکی سے پوچھا۔

”میں نے بتایا نا کہ وہ یہاں کا پھینے خان ہے۔ پھر میرے تیرے جیسے لوگوں سے میل جول کیونکر ممکن ہو۔“

”ہو سکتا ہے اسے ہر سٹ کے قریب ہونے کا چانس مل ہی جائے۔“ فین نے جل کر مائرنہ کی طرف اشارہ کیا۔

”کیوں کیا تم ناکام رہی ہو؟“ مائرنہ نے جوابی حملہ کیا۔

ایک مرتبہ پھر ان کے درمیان تلخ کلامی چھڑ گئی۔

”ادھ خدایا ختم کر دے سب کچھ۔“ روکی نے بوکھلا کر کہا۔ ”ہر سٹ تمہاری باتیں سن کر خوش نہیں ہو گا۔“

مائرنہ نے چپ سا دھ لی البتہ فین نے زیر لب بڑبڑائی۔

”ہر سٹ کی پھینے بازی کا دوا ب ختم ہونے کو ہے۔“ روکی نے دُلیں سے کہا۔

”کیوں؟“

”لٹل ارنی اسے قتل کروانے کی کوشش کر رہا ہے۔ چوٹ برابر کی تھی۔ مگر کچھ

عرصے سے لٹل ارنی کی کینگ مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ ہر سٹ کے کچھ آدمی اس سے جا ملے ہیں عام خیال ہے کہ ہر سٹ کے دن پوٹے ہونے کو ہیں۔“

”تو یہ لٹل ارنی بھی یہاں کا پھینے خان ہے؟“

”ہاں اس مرتبہ صورت حال عجیب ہو گئی ہے۔ لٹل ارنی آہستہ آہستہ پھینے



بازی کے میدان میں ابھرا ہے اور اب ہر سٹ بول کھلایا پھیر رہا ہے۔ ظاہر ہے ایک پیام یہ وہ تلواریں نہیں رہ سکتیں کسی ایک کو تو مرنا ہی ہو گا؟

”جو سکتا ہے اس سے پہلے ہر سٹ لٹل اورنی کو پھینا ڈے“ ماہر نے خیال

ظاہر کیا۔

”اس کے اندھانات بہت کم ہیں؟“ روکھی بولا۔ ”صورت حال یہ ہے کہ ہر سٹ سکا کاروبار نہ کر سکتا ہے۔ لٹل اورنی نے بھی اپنی مار کیٹ بتائی ہے اب دونوں ایک دوسرے کو رگڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور رکھ رہے ہیں ایک قدر زور تو میرے بستر کے سرے اور وہ یہ کہ دونوں حرم و آؤ کے غلام ہیں۔ قناعات ان کی سرسٹ میں نہیں۔ رکاری دونوں میں کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے۔ ٹکریک بات ہے ہر سٹ کے لئے تنویش اک بن چکی ہے اور وہ یہ کہ اس کی گینگ میں کچھ کالی بھیریں گھس آئی ہیں۔ اس وجہ سے اس کا اقتدار خطرے میں پڑ چکا ہے۔“

”تھوڑی دیر میں اس موضوع پر بحث ہوتی رہی پھر ٹی وی وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ ماہرہ اس کے ساتھ تھی۔

”مجھے کافی عرصے سے کار کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔“ ڈالمنے فٹ پامچہ

پر چلتے ہوئے کہا۔

”کار؟“ ماہرہ چونک کر بولی۔ ”رقم کہاں سے آئے گی؟“

”یہ سوچنا میرا کام ہے تم اپنا ذہن بستر پر روک کر کے ساتھ ملاقات کرنے پر تیار ہو جاؤ۔“

اس نے زیر خند لہجے میں کہا۔

”ہن اسٹریٹ کے نکر پر ایک گیران واقع تھا جہاں ایک قطار میں ٹی سیکنڈ

ہینڈ کار میں کھڑی تھیں۔ ڈولن نے ان میں سے ایک پیکار ڈ کار منتخب کی۔  
 کافی بحث اور رد و قدح کے بعد وہ کار کا سودا سودا سو ڈالر میں کرنے میں  
 کامیاب ہو گیا۔ اس نے مالک سے کہا کہ وہ کار کی اچھی طرح صفائی کر دے اور پیڑل  
 ڈلوادے، وہ صبح کو آکر کار لے جائے گا۔

”آخر یہ پیسہ آئے گا کہاں سے؟“ ماٹھ نے رستے میں پھر دریافت کیا۔  
 ”گھبرا آئی کہوں ہو؟“ ڈولن معنی خیز انداز میں سبکرایا۔ ”رات نہ آئیے وہ پھرتا  
 دوں گا۔ کہ پیسہ کہاں سے آئے گا۔“

۱۴

اس رات انہوں نے کوئٹہ کو سروس اسٹیشن پر ڈاک ڈالا۔ کافی نگہبانی قائم رکھی  
 لگی ہوئی پہنچ کر ڈولن تو کرسی پر بیٹھ کر رقم گنتے بیٹھ گیا۔ اور ماٹھ شب خوابی  
 سنا لباس پہنے لگی۔ لباس پہن کر اس نے بالوں کا کٹ چھو دیا۔ سیاہ دراز زلفیں  
 اس کے شانوں پر کبھی گئیں۔ شب خوابی کے لباس میں سے اس کا جسم جھلک رہا تھا  
 ایک مرتبہ ڈولن نے سراٹھا کر اس کے سراپے کو دیکھا پھر سر جھکا کر نوٹ گنتے لگا۔ ماٹھ  
 اس کی پشت پر جا کر کھڑی ہو گئی اور اسے نوٹ گنتے دیکھتی رہی جب وہ رقم گن

چکا تو اس نے اپنی بائیں اس کی گردن میں حاصل کر دیں۔ جذبات اس کے جسم میں  
انگڑائیاں لے لے رہے تھے۔

اپنے پیچھے چھ سے دور رکھا کرو۔ دلن نے بے دردی سے اس کے ہاتھ پھٹک

دے۔ میں تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکتا۔

میں اس طرح ایک دو سرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے دلن۔ وہ تھلا تھلا کر بولی  
ایک۔ تیرے پھر اس نے دلن کو اپنی آنکھوں میں لینے کی کوشش کی مگر اس مرتبہ دلن نے  
اسے بڑی طرح پھٹک دیا۔

چپ چاپ اپنے لیٹر پر لیٹ جاؤ یا کسی اور پر جا کر ڈوٹے ڈالو۔

یہ کہتا ہوا وہ اپنے لیٹر پر چلا گیا۔ مارہ دم بخود ہی کمرے کے درمیان کھڑی  
اسے دیکھتی رہی۔ پھر چانک شکست خوردگی کے احساس نے اسے پر فروخت کر دیا  
اس نے جھنجھلا کر کپڑے اتارنا شروع کر دیئے۔ حقوڑی دیر بعد وہ سر تا پا برہنہ  
حالت میں تکی کھڑی دلن کو گھور رہی تھی۔ اور جب دلن نے نگاہ اٹھا کر بھی اس کی  
طرف نہ دیکھا اور اپنی ڈاڑھی کھجی اتار دیا تو شدید جھنجھلاہٹ کے عالم میں مارہ  
اپنے لیٹر پر گر پڑی۔ اور نہ چھپا کر سکیاں بھرتے لگی۔ اس کے دل میں نفرت  
جھنجھلاہٹ، افسوس اور شرمساری کے جذبات کا لاوا پھل رہا تھا۔ یہ سوچ  
سوچ کر اپنی لذائذ کی تذلیل محسوس ہو رہی تھی۔ کہ کافی عرصہ سے وہ دونوں  
ایک کمرے میں سو رہے تھے۔ مگر اس دوران دلن ایک مرتبہ بھی اس کی طرف متوجہ نہیں  
ہوا تھا۔ دل کا غبار نکالنے کے بعد اس نے سوئے ہوئے دلن کی طرف دیکھا اور

دل ہی دل میں تہیہ کیا کہ ایک دن وہ اسے ضرور زندہ کر کے لے گی۔  
 سچ ان کی آنکھ اس وقت کھلی جب روکسی دروازے پر دستک دے رہا تھا  
 اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر سب سے پہلے جس چیز پر پڑی وہ ڈالین کاریلو اور  
 عقدا۔

”کیا تم لوگوں نے صبح کا اخبار دیکھا ہے؟“ وہ گہری نظروں سے ڈالین کو دیکھتے  
 ہوئے پوچھا۔

”نہیں کیا کوئی خاص خبر ہے؟“ مانرہ نے پوچھا۔  
 روکسی نے اخبار اس کے ہاتھ میں عقدا دیا۔ ڈالین نے اخبار مانرہ کے ہاتھوں  
 سے جھپٹ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے صفحے پر کوئٹہ کی سروس اسٹیشن پر ڈاکے کی  
 خبر چھپی تھی۔

”کہتا را خیال ہے یہ واردات میں نے کی ہے؟“ ڈالین نے غٹٹائیں لگا ہوں سے  
 روکسی کو ٹھہرا۔

روکسی کا دل کا انداز تکلم بے حد ناگوار گزرا۔

”صریحاً میں ایسا سوچنے پر مجبور ہوں۔ ہو سکتا ہے تم نے یہی دھندلا شروع  
 کرنے کا فیصلہ کیا ہو؟“

”خیر جو مہتی سمجھتے ہو۔“ ڈالین نے لا پرواہی سے کہا۔ ”مگر آئندہ اس

قسم کی خبریں سننا نہ یہاں مت آنا۔“

ایکے دو ہفتوں کے دوران ڈلن نے تین مختلف جگہوں پر ڈاکہ مارا۔ جن میں سے ایک سروس اسٹیشن، اور دو اسٹور تھے۔ ان ڈاکوں سے اسے اتنی رقم ملی گئی تھی کہ وہ کافی سڑھ تک پیش کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ اگرچہ وہ ایک ہی کمرے میں رہتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان ایک دلیرانہ رشتہ رہی اور ماہرہ بے سٹور تشدد کام رہی اس امید پر کہ بالآخر وہ ڈلن کو بچا کر دکھائے گی۔

روکسی کی تجویز پر انہوں نے گریڈ ایلینو پر واقع ایک فلیٹ خرید لیا ایک مرتبہ روکسی نے ڈلن کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔ ”اس شخص طران سے بچنا چاہیے۔ ہاں، ایک دفعہ اگر یہ کسی کے پیچھے پڑ جائے تو ناک میں دم کرے ہی چھوڑ دے۔ جتنا اس سے دور ہوئے، اس بچے میں زیادہ سے زیادہ وقت گزرا سکے۔“

نیا فلیٹ یونیورسٹی کے قریب واقع تھا۔ جس کی پشت پر بھی ایک دروازہ تھا نزدیک ہی ایک جبریل ہسپتال اور ایک سروس اسٹیشن واقع تھا۔

یہ ایک مہینے بعد کا ذکر ہے، روکسی رات کے وقت اندر کے فلیٹ میں پہنچا ڈلن کمرے میں رہا لیکن قریب بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا، ماہرہ میسج کی لے کر دھڑ

و میرے پاؤں تھرکا رہی تھی۔

کیا بات ہے کچھ اداس اور فکر مند نظر آ رہے ہو؟ ماہرہ نے اس کا اتر ہوا چہرہ دیکھ کر کہا۔ ”ڈن اسٹیفن ماہرہ نظر سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”ٹل ارنی کے غنٹے ہر سٹ کی راہ پر لگ چکے ہیں۔ شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی جائیں۔“ روکی نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

”اگر کچھ تم کیوں ٹکھرا رہے ہو؟“ ڈن نے پوچھا۔

”آفت ہم پر ہی ٹوٹے گی۔“ روکی نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”قاتلوں کا ہال بھی بیکار نہیں ہو گا۔ ہر سٹ کے قتل ہوتے ہی پولیس قیامت مٹھری کر دیے گی جگہ جگہ پھیلے پڑیں گے۔ عام جرائم پیشہ لوگوں کی شامت آجائے گی۔ پولیس دکھاؤ کی کاروائی ایسے ہی لوگوں پر کر رہی ہے۔ ایسے میں ہم لوگوں کا بچنا بھی محال ہو گا ہر سٹ پھٹے خان ہے اور پولیس اس کی پروردہ۔ لہذا جو کچھ بھی ہو گا۔ تھوڑا ہی ہو گا۔ رہا ٹل ارنی۔ اس پر ہاتھ ڈالنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہاں تم لوگ بھی نہ بچ سکو گے۔“

”تمہیں یہ خبر کہاں سے ملی؟“ ڈن نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے آدھرنے بتایا ہے۔ وہ ارنی کا خنڈہ ہے۔ رات فین کے ساتھ تھا۔“

”فین نے اسے لٹے میں دھت کر کے سب کچھ اگلو الیا۔ اس کے بیان کے

مطابق آدھ رات ہی ٹل ارنی کے خنڈہ سے ہر سٹ کو قتل کر لے جا رہے ہیں۔“

”آج رات۔۔؟“ ڈن زیر لب بڑبڑایا۔

”ہاں سن رہے۔ آدھ کل ہر سٹ کا ایک عودت کے ساتھ معاشرہ چلی

رہا ہے۔ وہ محدث شہر کے ایک باد سونے شخص کی بیوی ہے۔ اکثر اوقات کوہر سٹ سے ملتی ہے۔ اس محدث کی محبت نے ہر سٹ کو عقل و فہم سے عاری کر دیا ہے جو بات کو بغیر کسی باڈی گارڈ کے باہر نکلنے نکالے۔ لٹل ارنی کو اس کی سرگرمیوں کا علم ہو چکا ہے اسی لئے آج رات۔

ہر سٹ کس جگہ اس عورت سے ملے؟ ڈولن نے اس کی بات کا ٹکڑا اچھا اٹھا لیا۔ اس نے ایک ویگن فیسٹ خرید رکھا ہے۔

”پتہ بتاؤ۔“

”ستار ہویں گا دمنہ پرا پیار ٹمنٹ نمبر ۳۶۳۔“ روکی نے جواب دیا۔

”ہوں۔“ ڈولن کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

روکی کے رخصت ہونے کے بعد اس نے ماترہ سے کہا۔

”ٹائی گن نکال کر میسرے ساتھ چلو۔ ہمیں لٹل ارنی کے غم سے پہلے

ہر سٹ تک پہنچنا ہے۔“

”تو تمہارا مطلب ہے تم اسے بچانے جاؤ گے۔“ ماترہ نے جواب دیا کہ کہا

”ہاں۔ یہ ایک ایسا موقع ہے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ہر سٹ

کو اپنی جانب متوجہ کر سکتا ہوں۔“

”میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔“ ماترہ نے غصے سے کہا۔

”بلکہ اس مت کمزور۔“ ڈولن بھلا کر بولا۔ ”کافی دنوں بعد یہ موقع ملے گا۔“

”اگر تم نے انکار کیا تو بے دریغ گولی مار دوں گا۔“

دھمکی کار کمر ثابت ہوئی اور ماترہ اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئی کارٹیر

رفتاری سے یونین اسٹیشن، واشنگٹن روڈ اور مین سٹریٹ کو پہنچ چھوڑتی ہوئی  
ستار ہو گیا کادرنہ۔ میں داخل ہو گئی۔

”زیادہ سے زیادہ یہ گمشدگی کہ ناکہ گولی نہ چلنے پائے،“ ماٹھہ نے کہا۔

”مٹھوے کا شکریہ،“ ڈاکٹر نے منہ بنا کر کہا۔ ”اب خاموش رہو۔“

ماٹھہ نے سختی سے اپنے ہونٹ کھینچ لیے۔

علامت کے سامنے پہنچ کر اس نے کارروک دی۔

”میرا خیال ہے وہ لوگ فدیہ فلوور پر ہوں گے۔ ہم فدیہ فلوور تکسٹوٹریٹر

استعمال کریں گے پھر وہاں سے پیدل چلیں گے،“ ماٹھہ نے کہا۔

”نہیں ہم یہیں سے پیدل چلیں گے۔“ ڈاکٹر نے کار سے نکلے ہوئے کہا۔

سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے جب وہ فدیہ فلوور پر پہنچے تو وہاں انہیں

دو شخص نظر آئے۔ جو ایک جگہ کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہوں  
سے غیر شریفانہ اظہار محاف بھٹک رہے تھے۔

”یقیناً یہ لٹل ارنی کے غنڈے ہوں گے شاید لٹل ارنی کے باہر نکلنے

کا انتظار کر رہے ہیں۔“ ڈاکٹر بولا۔

”پھر کیا ارادہ ہے؟“ ماٹھہ نے بے چینی سے کہا۔

”پہلے ہم ہر سٹ کے باہر نکالیں گے اس دوران اگر انہوں نے گڑبڑ کرنے

کی کوشش کی تو میں ان سے نیٹ لوش گا۔ اب تم جا کر ہر سٹ کے کپار ٹنٹ پر

دستک دو۔ میں اوپر والی منزل پر جا کر چھپ جاؤں گا۔۔۔۔“

ماٹھہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ایپارٹمنٹ کی طرف جاتے ہوئے



اس کے پاؤں لڑکھڑکھاتے تھے۔

اس نے کال میل دہائی۔ تھوڑا سا توقف کیا مگر کوئی دروازے پر ظاہر نہ ہوا۔ پھر گھنٹی بجائی مگر حجاب نادر۔

دفعتاً دونوں افراد تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے ماترہ کے قریب آئے۔ یہاں سے بھاگ جاؤ سسٹر۔ ان میں سے ایک نے نرم لہجے میں کہا۔  
”کیا مطلب؟“ وہ پگڑی کہہ بولی۔

اسی شخص نے جھپٹ کر اس کی کلائی دبوچ لی اور نرم لہجے میں بولا۔  
”خبردار چلانے کی کوشش کی تو کلائی مروڑ دوں گا۔“

ماترہ نے ایک جھٹکے سے کہا اپنی کلائی چھڑالی اور ایک طرف دوڑ پڑی۔ اسی لمحے ڈلن دیوار کی اوٹ سے نکلی کہ سامنے آگیا اسے دیکھ کر ان دونوں نے پھرتی سے اپنے ریا اور نکال لینا چاہا ہے۔ مگر ڈلن کے تھامنے نے مہارت نہ دی۔ وہ بے یو یخ ٹرائیگر دھاتا چلا گیا۔ پے درپے کئی دھماکے آئے اور وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں رقص کرتے ہوئے فرش پر گر گئے۔ راہداری کہ بناک چیخوں اور دھماکوں سے لرزہ برآمد ہو گئی۔ مرنے والوں میں سے ایک نے آخری بار سر اٹھا کر ڈلن کی طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ کوئی آدمی نہیں موت کا فرشتہ ہو۔

ڈلن بھاگتا ہوا ماترہ کے قریب پہنچا جو دیوار کے ساتھ چپٹی بری طرح سناپ ہی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

”ہوٹل میں آؤ۔“ ڈلن نے اس کا شانہ بھینچو لیتے ہوئے کہا۔ کیا وہ

چوہا بل سے باہر نہیں آیا۔ ۶

”نہیں۔۔۔ میں نے کوا مرتبہ ٹھنڈی بجائی تھی۔ مگر کوئی بھی دروازہ پر نہیں آیا۔“ ڈلن نے دروازے کے قریب جا کر پستول کی ضرب سے دستک دی۔

”دروازہ کھولو۔ لڑائی ختم ہو گئی ہے۔“ اس نے چیخ کر کہا۔ کچھ دیر بعد دروازہ ایک اپنچ کھلا اور ایک عورت کا چہرہ نظر آیا۔ اس کی آنکھوں سے بے پناہ خوف جھلک رہا تھا۔ پھر دروازہ کھولا اس مرتبہ سامنے ایک اور خوفزدہ چہرہ نظر آیا یہ ہر سٹ تھا۔

”یہ کیا ہو رہا تھا؟“ ہر سٹ نے سنبھلتے ہوئے پوچھا۔  
”لگتا ہے کہ تمہیں قتل کرنے آئے تھے، مگر میں نے انہیں ختم کر دیا۔“ ڈلن بولا۔

”تم کون ہو؟“

”میرا نام ڈلن ہے۔“

”اگر آ جاؤ۔“

ڈلن اور مارٹرہ اندر پہنچ گئے۔ عورت نے دروازہ لاک کر دیا۔

اچانک ہر سٹ نے اپنا ریڈیو اور نکال کر ڈلن کی طرف تان دیا۔ اور حکمانہ

لہجہ میں بولا۔ ”اپنا پستول فرش پر پھینک دو۔“

ڈلن نے بے چوں و چرا ہاتھ میں فرش پر گر دیا۔

”اب بیچھ جاؤ۔“ ہر سٹ نے اطمینان کی سانسی لیتے ہوئے کہا۔ ”تفصیل

سے بتاؤ کہ یہ سب کیا تھا؟“

لئل ارنی تمہیں ختم کروانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے غنڈے یہاں بھیج دیئے۔ یہ اطلاع مجھے بھی مل گئی تھی۔ چنانچہ میں نے تمہیں بچانے کا ارادہ کر لیا۔ دو غنڈے میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں ہو سکتا ہے، اور غنڈے بھی باہر کہیں چھپے ہوئے ہوں۔“

ہرسٹ نے ٹیلی فون پر کوئی نمبر ڈائل کیا اور سلسلہ ملنے پر بولا۔

”میگورن۔! تھوڑی دیر پہلے یہاں ایک حادثہ ہو چکا ہے ارنی نے اپنے پہلے مجھے قتل کرانے بھیجے تھے، ان میں سے دو ہلاک ہو چکے ہیں۔ باقی کو تم نے تلاش کرنا ہے فرد آؤ گیانی لے کر پہنچو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اے آدمی سوالات میں وقت ضائع نہ کریں۔ بس ان کا کام لائیں اٹھنا اور سارے ایپارٹمنٹوں کی تلاشی لینا ہے۔ اور یہ کام خاموشی سے ہو جانا چاہیے۔“

”جاؤ جا کر اپنے کپڑے پہن لو۔ رلیسور کہہ پڈل پر رکھ کر وہ عورت کی طرف پلٹا عورت دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

”تمہیں اس سازش کا علم کیسے ہوا؟

”اپنی موجودہ سرگرمیوں کا جائزہ لو تو تمہیں اس سوال کا جواب مل جائے

گا۔ تمہاری جان اب بھی خطرہ سے باہر نہیں ہے۔ لئل ارنی کے آدمی تمہیں ختم کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ مجھ اپنے ساتھ کام کرنے کا آفر دو تو تمہاری زندگی کو سلامتی کی گارنٹی مل سکتی ہے۔ تمہیں کسی بھی وقت میری ضرورت پڑ سکتی ہے۔“

”میرا خیال ہے تم ہی وہ شخص ہو جس نے سروس اسسٹنٹ اور اسٹورز میں ڈاکے مارے تھے؟“ وہ گہری نظر سے ڈالنے کا جائزہ لے رہا تھا۔

غزور عشق کا بانگین ریزہ ریزہ ہو گیا۔ جن جیموں کے درمیان لاسنا ہی فاصلے  
 کھڑے تھے۔ وہ جہم آج ایک دوسرے میں مدغم تھے۔  
 مائہ نے فاسحانہ انداز میں اسے خوش آمدید کہا۔  
 وحشت کا آغاز تھا — وحشت کا انجام تھا۔  
 آج رات پھر کو جو تک لگ لگی تھی۔ بانگین کا شیشہ چکنا ہو گیا تھا سانسوں  
 کی گرمی نے ایک پردے کے پہاڑ کو پگھلا دیا تھا یہ عورت کی فتح ہی تو تھی۔

### حصہ سیسٹھ

باہر موسلا دھار بارش سو رہی تھی۔  
 مائہ نہایت بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ سلگ آہوا سکرٹ ہونٹوں  
 کے گوشہ میں دبا ہوا تھا۔ تفکرات کی پرچھائیاں آنکھوں میں لہرا رہی تھیں۔ اسے  
 دلیں کا استلار تھا جسے حسیہ معمول نو بجے تک لوٹ آنا چاہیے تھا۔ مگر اس وقت رات  
 کے گیارہ بج چکے تھے اور وہ واپس نہیں آیا تھا۔

وہ ٹہلے ٹہلے تھک گئی تو میز پر رکھے ہوئے لیپ کا سو پچ آن کیا اور صوفے پر نیم ڈال ہو گئی۔ سرخ رنگت کی روشنی میں جدید فرنیچر سے آراستہ یہ کمرہ کسی فلم کا سیٹ لگ رہا تھا۔

اس واقعہ کو گزے چھ ماہ ہو چکے تھے جب انہوں نے ہرسٹ کو ٹل ارنی کی سائٹل سے بچایا تھا۔ اسی صلی میں ڈلن اب اس کے دست راست کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ وہ ہرسٹ کے کاروبار کی نگرانی کرتا تھا۔ جس کے نعل البدل میں وہ دونوں دولت سے کھیل رہے تھے۔

ہرسٹ کے کاروبار کی نوعیت نہایت منفرد تھی اس کا کاروبار قصبے کے چیمپ میں شیطان کی آنت بن کر پھیلا ہوا تھا۔ آڈیٹک مشینیں جیسے جن کے ذریعے آمدنی کا ایک پڑا حصہ حاصل ہوتا تھا۔ ان مشینوں کی بنیاد سراسر فراڈ پر رکھی گئی تھی۔ جوبار شراب نوشی، سگمٹ خوراک اور دیگر منشیات کو یہی مشینیں کنٹرول کرتی تھیں۔ تنظیم کے ارکان ان مشینوں کو دکانوں، ہوٹلوں، پارکوں، سینما گھروں، فلیٹوں اور گلیوں میں سیٹ کر رہے تھے۔ رات گئے تک جمع ہونے والی رقم نکال کر ہرسٹ نے خزانے تک پہنچا دی جاتی۔ ان کی راہ میں مزاحمت کرنے والے کاروباری لوگوں کو طاقت کے زور پر دبا دیا جاتا اس طرح عرصہ دراز سے ہرسٹ کی چھ ہزار آڈیٹک مشینیں رقم اکٹری ہی تھیں۔ ڈلن کا کام آمدنی کی نگرانی کرنا تھا۔ اس آمدنی سے ہر ہفتے ایسے دس فیصد کمیشن ملتا تھا۔ جو کہ پندرہ سو ڈالمر کے لگ بھگ تھا۔ ماہرہ کا کام عیش کرنا تھا۔ لوگوں کو اس کے متعلق صرف اتنا علم تھا کہ وہ ایک بہت بڑے بزنس من کی بیوی ہے۔

نستے شکوک و شبہات اس کے ذہن میں سر اٹھائے تھے۔ ہو سکتا ہے دُلوں  
 کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو۔ یا پولیس کے ہتھے چڑھ گیا ہو!  
 کال سیل کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ دروازہ کھولا تو سامنے روکھی کھڑا تھا  
 تنہائی کے عالم میں اس کے آمد اس کے لئے باعث مسرت ثابت ہوئی۔

”سناؤ بے بی کیا حال چال ہیں؟“

”ٹھیک ہوں۔ اچھا ہوا تم آگئے میں اکیلی پور ہو رہی تھی آؤ اندر آ جاؤ نا“  
 کمرے کے اندر پہنچ کر دوسری پرستاشی نظروں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔  
 ”کمرہ پسند آیا؟“ مائمرہ نے پوچھا۔

”بہت خوب۔ سہایت شاندار ہے۔“

”آج کل کیا کمرے ہو؟“

”ایک ہی چکر کے گمرو گھوم رہا ہوں۔“ روکھی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا  
 ”میں دُلوں سے کہہ کر تمہیں کسی اور کام پر لگا دوں گی؟“

”وہ مان جلنے کا مٹھاری بات۔“ روکھی نے استیقام سے پوچھا۔  
 ”کیوں نہیں۔ میں اسے مجبور کر دوں گی؟“

”وہ کہاں گیا ہے؟“

”ابھی تک کام سے نہیں لوٹا نہ معلوم کہاں ہو گا۔“ مائمرہ نے کہا۔ ”کیا پوچھو گے؟“  
 ”رائی بہتر ہے گی۔“ روکھی نے صوفے میں دھنستے ہوئے کہا۔ مائمرہ دو

جام بنا لائی۔

”تم نے فین کے متعلق کچھ سنا؟“ روکھی گھونٹ بھر کر پوچھا۔

”نہیں تو۔ کیا ہوا ہے؟“ مائدہ پرسا سامنے بنا کر بولی۔

”وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔“ اس کا لہجہ گھبراتا تھا۔

”اے! وہ چونک پڑی۔“ لیکن کیوں اور کیسے؟

”آج سے تین سہتے پہلے کی بات ہے۔“ وہ آہ بھر کر بولا۔ ”دراصل ہم دونوں نے

ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ میرے علاوہ بھی چند لوگوں سے تعلقاً

قائم کئے ہوئے تھی۔ جن سے ملتی تھی وہ کافی مالدار لوگ ہیں۔۔۔۔۔ اور اب۔۔۔۔۔

اب شاید وہ انہی میں سے کسی کے ساتھ رہ رہی ہو۔ شاید وہ مجھ سے بہت زیادہ

مالدار ہو گا۔“ آخر میں اس کی آواز بھرا گئی۔

”لیکن وہ ہے کون؟“

”اس کے متعلق اس نے مجھے نہیں بتایا۔ ایک رات جب میں کمرے میں لوٹا تو

مجھے اس کی آخری پیغام پڑا ملا تھا۔ جس پر صرف یہ تحریر تھا کہ وہ کسی اور کے پاس

جا رہی ہے۔ کیونکہ میں اسے خون نہیں رکھ سکتا۔“

باہر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی پھر کسی کے قدموں کی چاپ نزدیک

سنے لگی۔ آتے والا ڈلن تھا۔

”ہیلو۔“ وہ بولا۔ ”تمہیں یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی۔“

”میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“

”اتنی دیر تک کہاں گھومتے رہے؟“ مائدہ نے شکایتی لہجے میں کہا۔ ”تمہیں

معلوم نہیں کہ تمہارے انتظار میں اب تک بھوک پیسی ہوں۔“

”کام میں الجھا رہا۔“ ڈلن نے رکھائی سے کہا۔

”مجھے تشویش تھی کہ کہیں کسی سے جھگڑا کر بیٹھے ہو۔“

”میرا دماغ خراب ہے جو خواہ مخواہ کسی سے الجھوں گا۔“ وہ غصیلے لہجہ میں بولا

۔۔۔ ”کاروباری مصروفیات دم نہیں لینے دیتیں۔“

”اچھا خیر، ماہرہ نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ ”دیکھو سہنی۔ کیا تم روکسی کو

بھی اپنے کاروبار میں کہیں پھنسا نہیں سکتے؟“

”یقیناً۔ کل صبح مجھ سے ملنا کوئی نہ کوئی کام تھا اُسے لئے نکال ہی لوں  
سکا۔ آخری فقرہ اس نے روکسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہت۔ بہت۔ بہت شکریہ دوست!“ روکسی نے کہا اور وہاں سے رخصت ہو گیا

۔ آج تم کافی لیٹ آئے ہو اس لئے کھانا نہیں کھا لیتے ہیں۔“ ماہرہ بولی۔

”تم کھا لو۔“ وہ کمرے کی پیمیںم دروازہ کھولا۔ میں پہلے ہی کھا چکا ہوں۔“

ماہرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پہلے تو کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ وہ اس سے

جدا، باہر کھانا کھا کر آیا ہو۔ اس نے احتجاجاً کچھ کہنا چاہا، مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش

ہو رہی۔ اور کچن روم میں چلی آئی۔ سینڈ و چیز تیار کئے چائے بنائی اور ٹیبلے میں

دیکھے کمرے میں لوٹ آئی، دلن بیڈ روم میں تھا۔ غسل خانے سے پانی گرنے کی آواز

سنائی دے رہی تھی۔ ماہرہ نے سینڈ و چیز کھائے، چلنے حلق سے اتاری اور

سوچ کی دنیا میں مستغرق ہو گئی۔

ساتھ روم کا دروازہ بند ہونے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی، دلن بہانے

چلا گیا تھا۔

وہ جیسے اسی گھڑی کی منتظر بیٹھی تھی۔ لہذا بھٹ کر رسیور اٹھا یا اور ایک



نمبر ڈال کر نے لگی، چند لمحوں بعد ہر سٹ کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔  
 ”ہیلو مسٹر ہر سٹ۔ تمہیں معلوم ہے کہ ڈلن کلب ہے؟ ابھی تک گھر نہیں لٹا۔“  
 ”مجھے کچھ معلوم نہیں،“ ہر سٹ بیزار لہجے میں بولا ”میں نے سارا دن اس کی  
 شکل نہیں دیکھی۔“

”کیا رات بھی تمہارے ساتھ نہیں تھا؟“

”کہہ جو وہاں میں نے سارا دن اس کی شکل نہیں دیکھی۔“ وہ بولا اور پھر سلسلہ  
 منقطع ہو گیا۔

مانٹر نے آتشکی سے ریسیور رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تو  
 یہ وجہ تھی اس کے اتنی دیر سے آنے کی۔ یقیناً وہ کسی دوسری عورت سے ملنے لگا  
 ہے۔ لیکن وہ عورت کون ہو سکتی ہے؟

غصے سے اس کی منٹھیاں بھیجے گئیں۔ اس کے اندر کی روایتی عورت بیدار  
 ہو چکی تھی۔ جو اس بات کو قطعی گوارہ نہیں کرتی کہ اس کا محبوب یا منظور نظر اسے  
 دھوکہ دے گا کہ کسی دوسری عورت سے پیار کی بینگیں بڑھانے بیٹھے۔ اس کے تجربات  
 اے باور رکھو تھے کہ ڈلن کا خود سے کسی حسینہ کی زلف میں اسیر ہو جانا ناممکن  
 ہے یقیناً کسی عورت نے ہی اسے اپنی زلف کی گرہ میں جکڑا ہوا تھا۔

خیالات کے تانے بانے میں ابھی ہوئی وہ بیڈ روم میں چلی آئی۔ کپڑے اتارتے  
 ہوئے اس نے اپنے سراپے کا جائزہ لیا۔... جسم بھر لور تھا۔ پر شباب تھا۔ مگر آنکھوں  
 سے کمرہ سیاہ چلتے بن گئے تھے۔

ڈلن بیڈ روم میں داخل ہوا۔

”بستر پر چلی آؤیں سونے جا رہا ہوں“ وہ بولا۔

”آج رات تم بہت تھک چکے ہو گے“ ماٹھو نے طنز پر لہجہ میں کہا۔

”باقی مت بناؤ“ ڈلن مڑایا۔

”کیا ارادے ہیں؟“ ماٹھو نے تلخ لہجے میں کہا۔ ”کیا تمہارے پہلو میں اکہ لہجوں؟“

”بلکہ اس سہل و درنہ پٹو کی ڈلن برا فروختہ ہو گیا۔“

”پچ۔ پچ۔ تم واقعی بہت تھک چکے ہو۔“ ماٹھو کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔

”کیا کسی کے پیار میں ایسا ہوا ہے؟“

”اوہ کیا کہتی ہو۔“ وہ دانستہ بڑبڑاتا ہوا کہہ بولا۔ ”کیا میں اکثر تھک نہیں جاتا

ہوں۔“

”لیکن کبھی اتنا نہیں تھکتے۔“ وہ اس پر الٹ پڑی۔ ”میں خوب سمجھتی ہوں۔“

”تمہاری اس تھکاوٹ کی وجہ.....“

ڈلن نے جھلا کر لیٹر اٹھا کر دور پھینک دیا اور اچھل کر اس کا کلا دبوچ

لیا۔

”ہوش میں رہا کہو۔“ ٹھنڈی دیر بعد جب وہ بولا تو لہجہ میں خلاف توقع

نرمی تھی۔ ”میرے ساتھ رہو گی تو میری ہر بات ماننا ہو گی۔ تم دنیا کی دوسری

خورتوں سے بڑی نہیں ہو چو لوں سچے دکھا رہی ہو۔“

”یہ کہہ کر اس کے لائٹ آف کہہ دی..... وہ ٹھنڈے فرش پر بیٹھی سسکیا

بھرتی رہی۔“

ڈن جی کے پول روم کو بطور ہیڈ کوارٹر استعمال کمرہ باعقل یہاں اس نے ایک  
 بڑی سی گول میز اور بہترین کمرہ دیم اور چپڑے کی کرسیاں رکھوا دی تھیں۔ دفتر کے  
 دروازوں پر سرخ رنگ کی وارنش کی گئی تھی جس پر پرلے حروف میں  
 AUTOMATICS LTD لکھا گیا تھا۔ اندر میانی جگہ میں گول نیلے شیشے  
 پر MANAGER تحریر تھا۔

اگلے دن شام کے وقت، جب روکسی وہاں پہنچا تو پول روم آفس سے باہر  
 کمرہ پر ڈن کے آدنی شراب نوشی میں مصروف تھے ان کے زور دوسے بولنے اور  
 بے ہنگم انداز میں قہقہے لگانے کا شور روکسی نے باہر سے سن لیا تھا۔  
 جو نہی وہ اندر داخل ہوا، تمام لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں۔  
 ”کیا مسٹر ڈن اندر ہے؟“

”ادھر سر سامنے چلے جاؤ۔ ایک آدمی نے اٹھ کھڑے دفتر کی طرف اشارہ  
 کیا اچانک ایک بھینسا آفس سے برآمد ہوا اور فرش روندتا روکسی کے قریب پہنچا  
 ہے۔“ وہ بد تمیزی سے چلا یا۔ ”کیا مجھ سے یہاں آگئے ہو؟“  
 ”میں ڈن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے مجھے ملاقات کا وقت دے رکھا ہے۔“

”ایک منٹ۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے بیلچے نما ہاتھوں سے روکی کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

”ناک کی ید میں آئے بڑھ جاؤ۔“ اپنا اطمینان کمال لینے کے بعد جھینسا بولا  
دفتروں میں ڈلن میز کے عقب میں نیم پوشیدہ اجاب کے مطالعہ میں مصروف تھا۔

”اؤک بیچو۔“ اس نے سرو موہر نظر پر اٹھا کر روکی سے کہا۔  
”تم۔۔۔ واقعی پھن خان بن گئے ہو۔“ روکی نے کمری پر بیٹھے ہوئے کہا۔  
”ہم۔۔۔ کد کس قسم کا کام کرنا پسند کر گئے؟“ ڈلن نے پوچھا۔  
”میں اپنے پرانے دھند سے بیزار ہو چکا ہوں اسے چھوڑنے کے لئے  
میں جہنم میں جانے کے لئے بھی تیار ہوں۔“  
”شاید تم ہی وہ شخص ہو جس کی مجھے تلاش ہے۔“ قدے توقف کئے ڈلن  
نے کہنا شروع کیا۔ ”نکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔ بہر حال تمہیں یہ بتا دینا ضروری  
سمجھتا ہوں کہ میں اس کاروبار میں پسند نہ سو ڈالہا ایک ہفتہ میں کما لیتا ہوں۔ لیکن  
میرے لئے یہ رقم آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ ہر سٹ اس سے کئی گنا زیادہ کما رہا ہے  
لے اپنا تحفظ حاصل ہے۔۔۔ لیکن یہ بات خواہ مخواہ اس کے لئے مشہور کر دی گئی  
ہے کہ اس کا کاروبار لامحدود ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کے کاروبار کی بھی ایک حد ہے  
”کون سی حد؟“

”وہ حد جو اس کی آئیٹیک مشینوں سے شروع ہوتی ہے اور وہاں جا کر  
ختم ہو جاتی ہے جہاں لٹل ارنی کا کاروبار شروع ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں



”تو کیا میں تمہیں آمادہ سمجھوں؟“

”ہاں؟ روکی سانس بھر کر بولا۔ سوچا ہوں۔ اگر آج فین ساتھ ہوتی

تو مجھے اس مقام پر دیکھ کر کتنا خوش ہوتی، تمہیں معلوم ہے کہ وہ مجھے چھوڑ  
کر چلی گئی ہے؟“

نہیں، ڈلن کا لہجہ پاٹ تھا۔

”کیا تم نے اسے کہیں دیکھا ہے؟“

”کیوں کیا میں اس کے پیچھے دوڑتا ہوں؟“ ڈلن غصیلے لہجہ میں بولا۔

”میں اتنا احمق بھی نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتے ہو۔ روکی کے لہجہ میں بھی

دبا دبا غصہ ابھرتا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ فین کہاں ہے۔“

”کہاں ہے؟“

”تمہارے پاس،“ روکی جیسے چھٹ پڑا۔ اگر اس لیے وفا عورت کو علیش و

عشرت کی زندگی گزارنے کی تمنا تھی تو وہ واقعی اپنی منزل مقصود تک پہنچ چکی ہے۔“

ڈلن کچھ دیر تک خشکیں نظر آ رہی تھیں۔ روکی کو گھومتا رہا۔ اور دیکھ کر وہ

بلا تھا تو لہجہ اس پاٹ رہا تھا۔

اگر تمہیں اس بات کا علم ہو ہی گیا ہے تو یہ بھی سن لو کہ اس بات کی بھنک

مائدہ کے کانوں میں نہ پڑنے پائے۔“

”وہ بھی کھو پڑی میں دماغ رکھتی ہے۔ میں نہ بھی بتاؤں کل ملاں کو اسے

خود ہی معلوم ہو جائے گا۔“

”خیر سناؤ اسے،“ ڈلن ہاتھ ہلا کر خشک لہجہ میں بولا۔ ”آج سے اپنے آپ

کو کاروبار میں شریک سمجھو۔ فی الحال تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ ایسے اسٹور، ہوٹل  
دکانیں اور گلیوں وغیرہ کے پتے نوٹ کر کے مجھے دو گے جہاں مزید مشینیں نصب  
کی جاسکیں۔“

۔۔ اس کے صلہ میں مجھے کیا ملے گا؟“

۔۔ آمدنی کا دس فیصد۔“

۔۔ منظور ہے۔“

اس کے جاننے کے بعد ڈین نے فین کو اسٹ کو فون کیا۔

۔۔ سنو بے بی! روکئی کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم میرے ساتھ رہ رہی ہو۔“

۔۔ مجھے اس کی پڑاہ نہیں۔ دوسری طرف سے فین کی آواز سنائی دی۔۔۔

۔۔۔۔۔ ”لیکن سنی وہ دن کیب آئے گا۔ کہ ہم دونوں بے دھڑک ایک دوسرے

کے ساتھ چین کی زندگی گزاریں گے!“

۔۔ انتظار کر دو اب وہ وقت زیادہ دور نہیں۔ فی الحال تو میں ماہرہ سے

بچنے کی سوچ رہا ہوں۔“

۔۔ اوہ ڈیڈ آخر تم اس کتیا کو نکال کیوں نہیں دیتے؟ لہجہ حقارت سے

بھری ہوئی تھا

۔۔ میں نے کہا نا کہ اب حالات سدھرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی جلد

ہی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“

۔۔ آج آپ ہے ہو؟“

۔۔ سوچ کر بتاؤں گا۔“

”ادہ پیلے۔“ جذبات سے بھر پور آواز ابھری۔ میں بہت ٹھک چکی ہوں  
مجھ میں اتنی رست نہیں رہی کہ روز روز بستر بدلتی پھروں۔ ویسے بھی اب جبکہ مجھے  
تم سے محبت ہوگئی ہے کسی اور جگہ جانے کے تصور سے ہی دل دلتا ہے۔ لیکن کدو  
ڈیرہیں تمہاری جدائی۔۔۔“

ڈلن نے مزید سستے بغیر لیور رکھ دیا۔

دلعتاً آفس کا دروازہ کھلا اور ہرسٹ اندر داخل ہوا۔

”میں ادھر سے گذر رہا تھا سوچا کہ تم سے بھی ملتا چلوں۔ سناؤ کیا کہتے  
ہو؟“ کسی قسم کی گہ بول تو نہیں؟“

”سب ٹھیک ٹھاک چل رہے سٹر ہرسٹ۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ ہر چیز  
اپنے معمول کے مطابق کام کر رہی ہے۔“

”یہ تمہاری گہل فرینڈ پر کیا بیٹا آن پڑی۔ بے چاری آج کلی تھکے  
لئے بے حد پریشان رہتی ہے۔“ ہرسٹ نے اچانک کہا۔

”مانہ۔!“ ڈلن چونک پڑا۔ ”کیوں۔ کیا ہوا ہے؟“

”گذشتہ رات فون پر اس نے مجھے ڈسٹرب کیا تھا۔ تمہارے متعلق پوچھ

رہی تھی کہ تم کہاں ہو؟“

”ادہ ہاں۔ وہ اکثر میرے دیر سے لٹنے پر فکرمند ہو جاتی ہے۔ خیر میں

اب اسے اچھی طرح سمجھا دوں گا۔“ ڈلن کے لہجے میں سرد مہری شامل تھی۔

اس کے جانے کے بعد ڈلن نے ناخن چیلنے کے دوران سوچا کہ اب اسے بیک

دفتر ہرسٹ اور مانہ سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ کون جانے کس وقت ان میں



سے کوئی اس کی راہ کا پتھر بننے کی کوشش کرے۔

۱۸

ڈلن کی فلیٹ سے روانگی کے بعد مائڈ نے اس کے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ میز کی دراز میں کھنگالیں۔ کونے کھدے اور خفیہ جگہیں دیکھ ڈالیں۔ ایک ایک کسے کپڑوں کی تمام جیس تک چھان ماریں کہ شاید اس کے مات گئے تگ لوتنے کھجید کھل جائے۔ اسے معلوم تھا کہ ڈلن پتوں کے معاملے میں بالکل بھلکڑا واقع ہوا تھا اس سے وہ کبھی کبھار یاد دہانی کی خاطر دیواروں پر بھی کچھ ڈالتا تھا۔

بالآخر پوری وارڈ روب کے کپڑے کھنگالتے ہوئے ڈلن کی بٹریٹ کے کالم سے کاغذ کا ایک پرزہ برآمد ہو ہی گیا۔ یہ کسی نئی جگہ کا پتہ تھا۔ جس کی وجہ سے مائڈ اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ پتہ تھا۔ ایک سوا ٹھارہ..... سن سیٹ ایونیو.....

پھر وہ اپنی الماری کے پاس آئی، سچلی دراز سے اپنا رلیا لورنکا لا۔ ہینڈ بیگ میں ڈالا۔ کوٹ پہنا، دستلے چڑھائے، ہیٹ سر میں رکھا اور بیگ سنبھالی باہر نکل آئی۔ سڑک پر پہنچ کر اس نے اسٹے سے ایک ٹیکسی رکوئی اور ڈرائیور

کو سن سیٹ ایونیو کی طرف چلنے کا کہہ کر پھلی نشت پر بیٹھ گئی۔  
 سن سیٹ ایونیو کے کرائے پہنچ کر اس نے ٹکیسی ڈرائیور کو درخواست کر دیا اور  
 خود پیدل آگے بڑھنے لگی، اس کی سیاب گوں نظریں ایک سواٹھارہ نمبر کے فلیٹ  
 کو پا لینے کے لئے اُدھر اُدھر جھٹک رہی تھیں۔

بالآخر اس نے ایک سواٹھارہ نمبر کے فلیٹ کو پا لیا۔ فلیٹ بے حد خوبصورت  
 اور پرشکوہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اس جگہ پر کافی رقم لگائی گئی ہے۔ یقیناً جتنا  
 باہر سے خوبصورت لگتا ہے اندر سے کہیں زیادہ عالیشان ہو گا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔  
 ہو سکتا ہے یہ جگہ ڈالمن کے کاروباری ساتھیوں کے لئے مخصوص کی گئی ہو۔۔۔۔۔  
 کافی دیر تک وہ فلیٹ کے سامنے کھڑی کشمکش میں مبتلا رہی پھر دھڑکتے دل  
 کے ساتھ دروازے پر لگا کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ عموٹوں دیر بعد دروازہ  
 کھولا سا کھلا۔۔۔۔۔ سامنے نظر آنے والا چہرہ اس کے لئے اجنبی نہ تھا۔۔۔۔۔ یہ  
 فین تھئی۔

اس کا چہرہ دیکھ کر مائمرہ کے رگ و پے میں بجلیاں لہرانے لگیں۔ اس کے  
 اندر کی روانتی عورت غیض و غضب کا پیکہ بن کر ابھرنے لگی۔۔۔۔۔ ہوں۔۔۔  
 اس نے بل کھلتے ہی پوچھا۔۔۔۔۔ تو اب معلوم ہوا کہ ڈالمن اس سے زیادہ رقم اس  
 کیتا پر خرچ کر رہا ہے۔ اور یہ کیتا یہاں شہزادوں کی سی زندگی گزار رہی ہے۔

”ہیلو!“ عموٹوں دیر لیک دوسرے کو گھورتے رہتے کے بعد مائمرہ نے

کہا۔ ”شاید تم مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہو رہی ہو۔“

”مطلب کیا بات کرو۔“ فین حقارت سے بولی۔ ”یہاں کیا لینے آئی ہو؟“

”ڈلن نے مجھے بتایا تھا کہ تم یہاں شہزادی بنی بیٹھی ہو۔ مانہہ کا لہجہ ذہر  
خیز تھا۔“ میں نے سوچا تمہارے درشن کب کی چلوں۔“

”تم بکواس کب کی ہو ڈلن ہرگز تمہیں یہاں نہ بھیجتا۔“ میں نے الجھ کر کہا  
”یقین کہ وہ اسی نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ پیچھے ہٹو اور مجھے اندر آنے دو۔“  
”ہرگز نہیں تم اپنی شکل لے کر فوراً یہاں سے دفعتاً ہو جاؤ۔“ میں غصیلے  
لہجہ میں بولی۔

”اوہ میں ڈیڑیہ بھی کوئی اذانت ہے بات کہنے کا۔ ادھر ڈلن کی جان  
پر بنی ہوئی ہے اس نے مجھے تمہارے نام ایک قد لکھ کر دیا ہے۔“ یہ کہتے ہوئے  
مانہہ نے بیگ کھولا میں غیر ارادی طور پر بیگ کی طرف جھک آئی، مگر پھر  
اے ایک دم سیدھا ہونا پڑا۔ کیونکہ مانہہ نے بیگ سے رلیا اور نکال کر اس  
کے سامنے کھدیا۔

”چلو اندر حرافہ کی بچی، وہ غرائی اور اسے دھکیلتی ہوئی اندر پہنچ گئی  
میں نے چہرہ کا رنگ اڑچکا تھا۔ وہ لڑکھرائی ہوئی اس کے سامنے سامنے چل  
رہی تھی۔ ہال کمرے سے ہوتے ہوئے وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچیں۔ جہاں  
بے حد قیمتی طرز کا فرنیچر رکھا ہوا تھا، مانہہ نے اسے ایک صوفہ پر لا بیٹھا۔  
”ہوں۔ تو یہ ہے عاشقوں کی حقیقت آماجگاہ۔“ وہ غرا کر بولی۔

”یقین کہ وہ تم پچھتاؤ گی۔۔۔۔۔ ڈلن کہ پتہ لگ گیا تو وہ تمہاری  
کھال گرا دے گا۔“ میں تھوک نکلنے ہوئے منتنائی۔

”دیکھ لوں گی اسے بھی۔“ وہ رلیا اور لہرا کر بولی۔ ”مجھے یہ بتاؤ تم نے

نے کس طرح اسے رہایا؟

”تم اپنے آپ کو ایک بڑی مہیت میں پھنسا رہی ہو مائرمہ..... بہتر ہے اب بھی یہاں سے چلی جاؤ میں ڈلن کو نہیں بتاؤں گی۔“ فین نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
 ”بیٹھ جاؤ۔“ مائرمہ نے اس کے گم بیان سے پکڑ کر صوفہ و حکیل دیا۔

”تم اس سلاخ سے میرا کچھ نہیں پکار سکتیں کیتا۔“ فین بچھ کر بولی۔ مائرمہ نے ریو اور کاوشہ اس کے منہ پر مارا۔ فین کے حلق سے ٹھٹھی ٹھٹھی چیخ نکلی اس نے پلٹ کر مائرمہ پر حملہ آور ہونا چاہا۔ مگر مائرمہ نے دوسرے ہاتھ سے ایک زبردست طاقت اس کے رخسار پر چڑوایا۔ جس پر وہ کسی کیتا کی طرح بلبلا نے لگی۔  
 ”خدا کی قسم۔ تم بھگتو گی۔“

”سنو حرافہ۔“ وہ ریو اور بلر کر بولی۔ ”میں تمہیں دارننگ دیتی ہوں کہ کل تک اپنا منہ دھو لے کر یہاں سے نہیں دوڑ چلی جاؤ ورنہ.....“  
 ”تم مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتیں۔“ وہ چھیٹے ہوئے کھڑی ہو گئی اس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ ”ڈلن میرا ہے۔ سنا تم نے کیتا۔ وہ صرف اور صرف میرا ہے۔“

مائرمہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹی اور فین کی طرف ریو اور تالتے ہوئے غرائی۔

”تم یہاں سے ہمیشہ کے لئے جا ہی جاؤ۔..... اب کبھی تمہارا منہ دھو لے کر میرے راستے کی رکاوٹ نہیں بنے گا۔“ یہ کہتے ہوئے اس کی انگلی اس کا دباؤ ڈالتی گئی۔  
 پر پڑھنا جاری رکھا۔

دفعاً فین کا جسم کسی ناگن کی مانند لہرایا وہ پھر وہ بھیٹ کر مائہ پر  
 لٹ پڑی۔ دلیا اور مائہ کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ اس نے بھلا کر ایک  
 ٹانگ چلائی جس کے نتیجے میں فین تیار کر منہ کے بل فرش پر گر پڑی۔ لیکن اس  
 سے قبل کہ وہ اس پر دوبارہ حملہ کرتی فین اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اب دونوں خود بخوار  
 لمبوں کی طرح نے نے سامنے کھڑی ایک دوسرے کو گھور رہی تھیں۔ پھر وہ ایک دوسرے  
 میں الجھ گئیں۔ مائہ کے بال فین کی میٹھی میں دبے تھے۔ تلملا کر مائہ نے اس کے چہرہ  
 پر اپنے لمبے ناخن اڑائے لمبا سا ایک سرخ نشان فین کی پیشانی سے ہونٹوں تک ابھر  
 آیا۔ شدید تکلیف نے اسے دلیا زبنا دیا۔ اس نے ایک گھونٹ مائہ کی چھاتی پر  
 سے مارا۔ چند لمحوں کے لئے مائہ کا سر گھومتا رہا۔ وہ ابھی سنبھل ہی رہی تھی کہ  
 فین نے اس پر پھلانگ لگا دی۔ لیکن مائہ نے وار خالی دیا اور فین اپنی بھونک  
 میں فرش پر آدھی ایک جہت لگا کر مائہ اس کے سینے پر سوار ہو گئی اور اپنا گھٹنا  
 اس کی کتلی پر رکھ کر دبانے لگی۔ درد کے مارے فین کی چیخیں نکلی گئیں۔

”مجھے چھوڑ دو۔ ہذا کے لئے مجھے پھوڑ دو۔“ وہ چلاتی رہی۔ مگر مائہ

نے اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس کا سر ایک طرف نہ ڈھلک گیا شاید  
 وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ مائہ ہانپتی ہوئی اس کے سینے سے اترتی اور ہاتھ روم  
 میں پہنچی۔ اس کا لباس کئی جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ بال بری طرح بکھر گئے تھے اور  
 چند جگہوں پر خون کے دھبے ابھرتے تھے۔ ہاتھ روم میں اس نے اپنا چہرہ صاف  
 کیا۔ بال بنائے اور باہر آکر سوچنے بیٹھ گئی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ دلن کو  
 اگر اس واقعہ کا خبر ہو گئی تو وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا یہ سوال بار بار

اس کے مضطرب ذہن میں اٹھ رہا تھا۔  
 دفعتاً اس کی نظر سبجلی کے تاروں پر پڑی۔ ایک خیال سبجلی بن کر اس  
 کے ذہن میں کھنڈا۔

تاروں کے ساتھ شو بھی تھا۔ اس نے تاروں کے اگلے سرے نیچے گئے  
 شو کو ساکٹ میں لٹکایا اور نیچے تاروں کے فین کے غیر متحرک جسم کی طرف بڑھی  
 جوں جوں وہ اس کے قریب جا رہی تھی۔ اس کے دل و دماغ میں انتقام  
 حسد اور نفرت کی آگ بڑھتی جا رہی تھی۔  
 اس نے دونوں تاروں کے سرے فین کے تھنوں میں گھسیڑ دیئے اور....  
 سوچ ان کہہ دیا۔

اگلے دو دن یونہی گزر گئے۔ دلن چپ سا دمے رہا۔ اس نے گزشتہ  
 واقعہ پر کسی قسم کا رد عمل ظاہر نہ کیا تھا۔ ماٹہ اس کے موجودہ رویے پر مضطرب  
 تھی دلن کا جذبات سے عاری چہرہ دیکھ کر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ  
 جاتی آہ وہ چپ کیوں ہے....؟ یہ تو نا ممکن تھا کہ وہ اس اقمے سے بے خبر رہا

ہم یہ سمجھتے سوچتے اس کا سر گھومنے لگتا۔ دلن کا سر دھیرہ دیر اس کے لئے  
مستقل ٹشوٹن کا بائسٹ بن کر رہ گیا تھا۔

دلن حسب معمول دفتر چار رہا تھا۔ اور دوسری طرف ماہرہ نے بھاگ دوڑ  
کے بعد معلوم کر لیا کہ فین کی لاش فلیٹ سے غائب کر دی گئی ہے۔

ادھر دلن دفتر میں بیٹھا فین کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ دراصل وقوع  
کے روز وہ فین کے فلیٹ پر رات گئے پہنچا تو وہاں فین کی لاش اس کی منتظر تھی  
وہ بھی اس طرح کہ ناک کے دونوں سوراخوں میں سیاہ دجے پڑ گئے تھے۔ ظاہراً  
یہ نشانات الیکٹرک شاک کی وجہ سے رونما ہوئے تھے پھر اس کا ذہن ماہرہ کی  
جانب مبذول ہو گیا۔ اس کے خیال میں یہ کارستانی ماہرہ کے علاوہ کوئی نہیں کر  
سکتا تھا۔ گزشتہ تمام واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔ جس میں ماہرہ  
کی خطرناک شخصیت کی تصویریں واضح طور پر کھینچی ہوئی تھیں۔ فی الوقت اس  
نے چپ سادہ مینے کا فیصلہ کر لیا۔ فین کی لاش کو کھانے لگانے میں بھی اسی کا  
ہاتھ تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ماہرہ کچھ ضرورت سے زیادہ خطرناک ہوتی جا رہی ہے  
کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن وہ اسی کی لاش پر کھڑی قہقہے لگا رہی ہو۔ آج تک مذکی  
میں کسی نے اسے فکر مند نہ کیا تھا۔ مگر ماہرہ اسے شیطان کی خالہ محوس ہو رہی تھی  
چیتے کی طرح چست و چالاک۔ لومڑی کی طرح مکار۔ اور گرگٹ کی طرح  
پلک بھپکنے میں رنگ بدلتے والی۔ قتالہ عالم، جو اپنے جواہر کو محض  
زلفوں کی گھاؤں میں الجھا کر مار ڈالے۔





”اچھی بات ہے۔“ وہ خشکیں نظروں سے اے گھورتا ہوا بولا۔ ”اب پچھتا نامت۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ تم جیسے کتے کے بلیوں کی موت میرے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔“

”پڑا ہ نہیں۔ فی الحال تو تم یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ۔“  
 سٹران کھا جانے والی نظروں سے اے گھورتا ہاتھا۔  
 ”اوکے۔“ وہ تلملا کر بولا۔ ”تمہارے بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ یہ سب سمجھ لینا کہ میں تم سے بے خبر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اس قصبے میں خباثت پھیلانے آئے ہو۔ لیکن یاد رکھنا میرے ہوتے ہوئے تمہارے ٹیٹا کی منصوبے پڑان نہیں چڑھ سکتے۔ میں متواتر تمہاری نگرانی کر دیتا رہوں گا۔ اور پھر ایک دن رنگے ہاتھوں تمہارا کھانا بوجھ لوں گا۔“ پھر تیزی سے معلوم کر دے سے باہر نکل گیا۔

”شک ہے بلائی گئی۔“ ان کے جانے کے بعد اس کا ماتحت سام ویسی اندر آیا۔  
 ”تم لوگ ان حرامزادوں پر نظر رکھا کرو۔“ ڈن غصیلے لہجہ میں بولا۔  
 اسی لمحے ڈن کا ہنر چلایا۔ ویسی باہر چلا گیا۔  
 ”بس۔“

”تم کیا کرتے پھرے ہو ڈن؟“ دوسری طرف ہر سٹ بول رہا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کاروبار پھیلانے کے متعلق حد سے زیادہ سوچنے لگے ہو۔ اور اسی سلسلے میں تم نے ایک شخص کو ملازم بھی رکھ لیا ہے۔“  
 ”اوہ۔ تمہیں کیسے خبر ہوئی؟“ ڈن حیرت سے بولا۔

”کنفورٹی نے بتایا ہے، کان کھول کر سن لو تم یہاں بیچہ کہ کان بھی کھجواؤ  
 تو مجھے خبر ہو جاتی ہے، میں نے تمہیں سن مائی کہ نیے کے لئے پارٹنر نہیں بنایا ہے۔  
 اگر کل تک اپنے آدمی کو نوکر کی سے نہ نکالا تو میں اختیارات کنفورٹی کو سوئپ

دوں گا۔“

اسی لمحے روکی آفس میں داخل ہوا۔

”لیکن یہ غلط ہے،“ ولن نے کہا، ”تمہیں میرے خلاف بھڑکا یا گیا ہے؟  
 کچھ بھی کہو مجھے معلوم ہے کہ تم نکل اڑی پر ہاتھ ڈالنے کے لئے یہ تاب ہر  
 .... میں تمہیں آخری مرتبہ متنبیہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نہ سوچوں تم بھی مت سوچو۔  
 پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔

”یہ کون تھا؟“ روکی نے دریافت کیا۔

”ہرسٹ،“ ولن نے بھڑکی اچکائی، ”وہ سمجھا ہے میں اس کا ذرہ غمید

غلام ہوں۔“

روکی نے ساغزوں کا پلندہ اس کے سامنے رکھ دیا، جس پر ان مقامات  
 کے نام تحریر تھے جہاں مشینیں نصب کی جاسکتی تھیں۔

”اور اب میری بات غور سے سنو اپنی آواز دھیمی رکھنا،“ ولن میز پر جھکے

ہوئے بولا، ”سب سے پہلے میں نکل اڑی کو ٹھکانے لگانا ہے۔“

”آج کل اس پر ہاتھ ڈالنا قدرے آسان ہو گیا ہے لیکن تم اپنے آدمیوں کو

تیار کر لو،“ روکی کا لہجہ معنی خیز تھا۔

”پہیلیاں مت بھجواؤ۔ وضاحت سے بات کرو۔“ ولن نے دل چسپی سے

ہوئے کہا۔

”لشلی ارنی اور اس کے ساتھی آنے لات ہاٹ ریڈم کلب میں جمع ہو رہے ہیں۔ اکثر وہ اپنی راتیں یہیں گزارتے ہیں میرا خیال ہے کہ ہم وہاں جا کر لشلی ارنی سے معاملے کی بات کر رہے ہیں۔“

”ایکسٹنٹ ٹھہرو۔“ ڈنن بولا۔ اور باہر جا کر سام ویسی اور میگورن کو بلا لایا۔ میگورن بھی اس نکارازہ دار ماحکت تھا۔

”ابھی ان کے درمیان لشلی ارنی کے خلاف منصوبہ بندی ہو رہی تھی کہ ہر اندر داخل ہوا۔ ڈنن غیر متوقع طور پر اسے یہاں دیکھ کر چونک پڑا۔

”ان لوگوں کو باہر بھیج دو میں تم سے ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔“ ڈنن نے دونوں ماتحتوں کو باہر بھیج دیا۔ مگر روکسی وہیں بیٹھا رہا۔

”اسے بھی باہر بھیجو۔“ ہر سٹ غصے سے بولا۔

”یہیں بسے گا۔“

”یکو اس مدت کہ وہیں کہتا ہوں اسے باہر بھیجو۔“

”میں کہہ چکا ہوں کہ یہ نہیں جائے گا۔“ ڈنن غرا کر بولا۔

ہر سٹ اسے کیتہ توڈ نظر دے ٹھہرتا ہوا گرج کر بولا۔ ”میں تمہیں تنظیم سے علیحدہ کرنا ہوں اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ۔“

”تم ایسا ایسا نہیں کر سکتے مگر ہر سٹ۔“ ڈنن کا لہجہ لا پر وایانہ تھا۔

کہا۔ ”میں ایسا نہیں کر سکتا۔؟ میں ایسا کر سکتا ہوں۔“ اس کے چہرے

نکل جاؤ یہاں سے ورنہ۔“

آخر لکھنؤ کی طرف سے بھی کاروبار میں ملانے میں حرج ہی کیلئے تم اس سے

اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟ ہر سٹ حلق کے بل چینا۔ میں تمہاری...  
... کوئی بنگلہ نہیں بنوں گا، تمہارا ذہن احمقانہ منصوبوں سے بھرا ہوا ہے۔

میری تنظیم پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ مگر یاد رکھو میں تمہارے  
خواب پورے نہیں ہونے دوں گا۔ اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ۔ ورنہ دھکے دے  
کہ لکھو دوں گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا کہ کھڑا ہو گیا۔

”تم سمجھتے ہو میں تہی دست ہوں، دلیں بھی اکٹھے ہوتے غرایا۔۔۔  
۔۔۔۔۔ کچھ بھی پروٹیکشن حاصل ہے، تنظیم کے بیشتر افراد میری پشت  
پر کام کر رہے ہیں۔“

یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ ہر سٹ ڈیڑھ خندہ انداز میں مسکرایا۔ میں اگر  
اشارہ کروں تو یہ لوگ تمہارے نکال دینے کی بات کہتے ہوئے وہ باہر کی جانب  
لیپکا۔

”ایک منٹ سٹر ہر سٹ۔“ دلیں کا لہجہ بدل گیا۔ ہر سٹ اس طرف گھوما  
تو وہ ریلوے لائن کا چکا تھا۔

اس کا مطلب؟ ہر سٹ گھبرا کر بولا۔

”تم میرے راستے کا پتھر نہیں بن سکتے سٹر ہر سٹ ان لئے تمہیں گولی  
مار رہا ہوں۔“ اس فقرے کے اختتام پر اس نے ٹرائیگم دبا دیا، دھماکہ ہوا اور  
گولی ہر سٹ کی پیشانی میں گھس گئی۔ وہ ایک کہہ بناک چیخ مارتے ہوئے دھڑلہ  
سے فریض پڑا رہا۔

مائمرہ ڈرلنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ناخنوں پر نیل پالش لگانے میں مصروف تھی۔ اس کے جسم پر ڈھیلے ڈھالا لباس نظر آ رہا تھا۔ گرم پانی سے غسل کرنے کی وجہ سے گداز بدن کی رنگت نکھر آئی تھی۔ سرخ، مرطوب ہونٹوں میں سگریٹ دیا ہوا تھا۔ اور دھوپ کے مرغولے چہرے کے گرد درقص کمرے پھرتے۔

اسی اثنا میں دلن کمرے میں داخل ہوا۔ مائمرہ نے پہلے اس کی طرف دیکھا پھر کلاک کی طرف، جو کہ رات بجا رہا تھا۔

”کیا بات ہے۔ آج کچھ جلدی آگئے ہو؟“ اس نے دریافت کیا۔  
دلن جواب دے بغیر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر تفکرات کے سائے لہراتے دیکھ کر مائمرہ کا ماتھا ٹھنکا۔

”خیریت تو ہے؟“ اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔  
”خیریت ہی تو نہیں ہے،“ دلن کمرے کی جانب گھومتا ہوا بولا۔

”اوہ۔ مگر ہوا کیا؟“

”ہر سٹ کو گولی مار دی گئی ہے۔“

”اوہ۔“ مائمرہ کے ہونٹ سکڑ گئے۔ ”مگر کس نے۔ لٹل ارنی نے؟“

”نہیں....“ دلن اس کی آنکھوں میں بھانکتے ہوئے بولا۔ ”میں نے“  
 ماٹھہ خوفزدہ ہو کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔  
 ”تت.... تم نے اسے ختم کر دیا۔“

”ہاں۔“ وہ غرایا۔ ”میں نے اسے ختم کر دیا۔ مگر تم اپنی زبان بند رکھو گی کسی  
 قسم کی گمراہی کرنے کی کوشش کی تو تمہارا بھی پتہ صاف کر دوں گا۔“  
 ماٹھہ کو لپوں لگا۔ جیسے تباہی و بربادی کے دلدل میں وحش چلی ہے  
 اور اب فرار ناممکن ہے۔

”تم۔ مجھے جانے دو میں اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔“  
 دلن نے ایک دھکے سے اسے کمری پر گرا دیا۔  
 ”بلکہ اس مت کہہ دو تم اب یہاں سے نہیں جا سکتی۔“ وہ غرایا۔  
 ”تت۔ تم اب کیا کر دے گے؟“  
 ”میں لٹل ارنی کی تنظیم پر قبضہ کرنے جا رہا ہوں۔ وہ وقت اب دور  
 نہیں جب میں بلا شرکت غیرے اس قصبے کا پھنے خان کہلاؤں گا۔“  
 ماٹھہ کچھ نہ بولی، بس یک ٹک نظروں سے خلا میں گھورتی رہی۔  
 ”آج رات میں لٹل ارنی سے ملنے جا رہا ہوں؛ دلن نے قاموشی کا طلسم  
 توڑا۔“

”پہلے ہرٹ ادا اب۔ لٹل ارنی....“ وہ بھی آج رات  
 موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا.... تب شطرنج کی بساط صرف میرے  
 ہاتھ میں ہوگی.... یہ قصبہ.... یہ دولت.... یہ اقتدار.... یہ

تنظیم۔۔۔۔۔ یہ قانون کے محافظ۔۔۔۔۔ سب کچھ میرا ہو گا۔ زندگی کی تمام سرشتیں میرے سامنے جھک جائیں گی۔۔۔۔۔ پھر وہ پانکھوں کی طرح ہتھپتے نکلنے لگا۔  
 دفعتاً فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ڈالین نے رسیوڑا اٹھا یا دوسری طرف روکسی بول رہا تھا۔

”کیا بات ہے؟“

”وہی غدار کی کہ چکے۔ اس نے لٹل ارنی کو تمہارے متعلق اور تمہارے عزائم کے متعلق بتا دیا ہے اور اب لٹل ارنی کے غنڈے تمہیں قتل کرنے کے لیے فلیٹ کی طرف آ رہے ہیں۔“ روکسی نے بول کھلائے لیجے میں بتایا۔  
 ڈالین کا چہرہ غصے سے سیاہ ہو گیا۔ ”کیا جانتے ہو اس فلیٹ کا پتہ ویسی کو کیسے معلوم ہوا؟“

”یہ وقت بحث کرنے کا نہیں ہے۔ جان بچا نا چاہتے ہو تو فوراً وہاں سے نکل جاؤ۔ وہ لوگ دو کاروں میں لہے پھندے تمہاری جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ اچھی بات ہے روکسی میں یہاں سے نکل رہا ہوں تم جلدی ملے ممکن ہو۔ کار لے کر یہاں پہنچو۔ میرے پاس یہاں کار نہیں ہے۔ میں تمہیں کار تریپر لوں گا۔“

”بہت بہتر۔ میں آتا ہوں۔“

ڈالین نے جلدی جلدی ماترہ کو حالات سے آگاہ کیا۔ اور تھا پین لینے اپنے کمرے کی جانب دوڑا۔ جوڑی وہ یا ہر نکلا۔ ماترہ اس کی الماری کی طرف اپنی اود ایک کٹ کی جیبے فوٹوں کی گڈیاں نکال کر اپنے بیگ میں منتقل کرنے لگا۔

اسی لمحے فلیٹ سے باہر ساروں کی کمرے کی چڑچڑاہٹیں۔ مائرنے کھڑکی سے  
 جھانک کر دیکھا گھوڑا تاریکی میں چار سو سے فلیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اچانک  
 ایک شعلہ اندھیرے میں کوئٹہ جلدی سے کھڑکی کے نیچے جھک گئی ایک گولی اس  
 کے کالہ میں شور مچاتی ہوئی کمرے کی دیوار کے پلستر میں گھس گئی ان میں سے کسی نے  
 مائرنہ کو دیکھ لیا تھا۔

”ڈن جلدی کمرے۔ وہ لوگ پہنچ چکے ہیں۔“ مائرنہ چیخ کر بولی۔  
 ”ڈن کمرے میں لوٹا۔“

”وہ لوگ دروازے توڑ کر اندر آجائیں گے۔“ ڈن بولا۔ ”اس لئے بہتر ہے  
 کہ الماری کو دروازے کے ساتھ کھڑا کر دیتے ہیں۔ چلو آؤ میری مدد کرو۔ انہوں نے  
 بمشکل تمام بھاری بھر کم الماری کو گھسیٹ کر دروازے سے ساتھ لگا کر کھڑا کیا  
 اسی لمحے بھاری قدموں کی چاپ بیرونی کمروں میں گونجنے لگی۔ اور پھر اندرونی دروازے  
 دھڑا دھڑا بجنے لگا۔“

اچانک مائرنہ کو پولیس کا خیال آیا وہ جلدی سے فون کی طرف بڑھی۔  
 .... نمبر ڈائل کیا دوسری طرف ڈیسک سارجنٹ موجود تھا۔ مائرنہ نے اسے تمام  
 حالات بتائے۔ جنہیں سن کر سارجنٹ نے کہا۔

”میرا خیال ہے بے بی تم جرم و سزا کے ناولوں کی شوقین ہو چو میں بے وقوف  
 بنانا چاہتی ہو ورنہ اس قصبے میں ایسی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ تمہیں شاید آرام  
 کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے بہتر ہے تین دن کی دو گولیاں کھا کر سو جاؤ۔“ اوکے  
 ... ”اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے مائرنہ نے سارجنٹ کو کسی سے



یہ کہتے سن لیا تھا کہ۔ "اس کا مطلب ہے ارفی کے آدمی ان لوگوں کے فلیٹ پر پہنچ گئے ہیں۔"

رسمیہ کرپڈل پر پہنچ کر وہ بے پارگی سے ڈلن سے کہنے لگی۔

"اب یہاں پولیس بھی نہیں آئی۔"

دروازے پر طوفان برپا تھا۔ بے تحاشا دروازہ پٹیا جا رہا تھا۔

آؤ پچھلی طرف سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں؛ ڈلن اسے کھٹے ہوئے بولا۔ ڈلن اپنا پستول سیٹھالے ہوئے تھا۔ وہ دونوں کچن روم میں کھڑے ہوئے بیک ڈور تک پہنچے۔

ڈلن نے اسے لپٹنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے کے ہینڈل تک پہنچا۔ آہستہ آہستہ دروازے کا پٹ اندر کی جانب سرکنے لگا۔ پھر وہ دونوں رینگتے ہوئے باہر نکلے۔ باہر گھپ اندھیرا تھا۔ در در تک سننے کا راج تھا۔

اچانک ایک زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی، حملہ آوروں نے دروازہ توڑ دیا تھا۔ اتنا زبردست دھماکہ الماری کے گہرے کی وجہ سے ہوا تھا۔ پھر بوٹوں کا ایک شور مچا ہوا تھا، یہ شور لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہا تھا وہ جلدی جلدی آگے سرکنے لگے۔

اندھیرے میں اوپر سے ایک شعلہ لپکا اور گوپی ڈلن کے قریب سے گزر کر دیوار کے پلستر میں گھس گئی۔ ڈلن نے فداً تھا مپسن کا دہانہ اوپر کی طرف گھما کر لڑائی شروع کر دیا۔ پچھلے در پہلے کئی گولیاں چلیں اور اس کے ساتھ ہی ایک کمرہ شاک پیچ ان دھماکوں کے شور میں ابھری۔ اب وہ گلی میں نکل آئے تھے۔

زمین پر گھڑے ہوتے ہوئے ماترہ نے اپنے ایلھے ہوئے سانس درست کئے اور  
 ڈلن کے ساتھ ساتھ گلی میں بھاگنے لگی۔ دور دور تک پر ہول سناٹے اور گھوڑ  
 تاریکی کا راج تھا۔ موت ان کا تعاقب کر رہی تھی۔ کسی بھی وقت کوئی کوئی ان  
 کے جسموں میں سوراخ کر سکتی تھی۔ کارنر ایشیا کافی دور تھا۔ ماترہ نے سوچا اگر روکی  
 وقت پر کار لے کر وہاں نہ پہنچا تو آج ان کی موت یقینی ہے۔

گلی کا بول قریب آ رہا تھا۔ ڈلن نے اسے لیٹ جانے کو کہا اور خود بھی نیچے  
 گر گیا۔ دونوں آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ماترہ کا دل سپید  
 میں تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا خطر ناک صورت حال تھی۔ حملہ آور کہیں بھی  
 چھپے ان کی موت کے خواہاں تھے۔

گلی میں مڑتے ہمارے دو آدمی بھاگتے ہوئے ان کے سامنے آ گئے۔ ڈلن نے  
 انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا، اس کے پستول سے کئی گولیاں نکلیں اور دونوں  
 حملہ آوروں کے جسموں میں دھنستی چلی گئیں۔ کہہ ناک چنچیں گلی میں کئی شعلے اڑھیر  
 میں کودنے لگے۔ دونوں ان کی دستبرد سے محفوظ رہے۔ ڈلن کے پستول نے  
 ایک اور حملہ آور کو چنچنے پر مجبور کر دیا۔

کارنر پر پہنچے ہی تھے کہ ایک بڑی سی کار کے بریک ان کے قریب چنچے  
 یہ رد کسی تھا۔ ماترہ دروازہ کھول کر کچلی سیٹ پر گر گئی۔ ڈلن بھی اس کے  
 ساتھ بیٹھ گیا۔ کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اچانک ایک گلی سے تین آدمی نکلیں  
 کہ ان کے سامنے آ گئے۔ اور اندھا دھند فائرنگ کر نے لگے۔ روکی نے دانت  
 پیستے ہوئے کار کی اسپید بڑھا دی۔ اور انہیں چلتا ہوا نکل گیا، ان

میں سے دو کا د کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ دلخراش چیخیں ایک مرتبہ پھر سنائے  
میں گونج کر رہ گئیں پھر موت کا سناٹا چھا گیا۔ اور کار لگے بڑھتی رہی۔  
”کہ مھر جا رہے ہو؟“ ڈلن نے چیخ کر پوچھا۔

”اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس قبضے کو خیر باد کہہ دیا جائے، روکسی

نے کہا۔

”جیو ٹھیک ہے نکالو یہاں سے۔۔۔۔۔ اور اب بتاؤ یہ سب کیسے ہوا تھا؟“  
”غدار کی دلیسی نے کی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ تم نے ہر سٹ کو ختم کر دیا ہے  
تو اس نے فوراً لٹل ادنیٰ کو اطلاع دے دی۔ وہ پہلے ہی سے اس کی تنظیم سے  
ملا ہوا تھا۔ مجھے یہ بات اس وقت معلوم ہوئی جب وہ اپنے ساتھی میگورن سے  
باتیں کر رہا تھا۔“

”ادہ دلیسی؟“ ڈلن غرا کر لپٹا۔ ”میں اس کو دنیا کے کسی بھی کونے میں نہیں  
انہیں لینے دوں گا۔“

”اس کی پرواہ مت کرو۔“ روکسی بولا۔ ”اب وہ ادہ میگورن اس دنیا  
میں نہیں ہیں۔۔۔۔۔ میں نے انہیں بھٹکانے لگا دیا ہے۔“

”ادہ۔“ ڈلن کے چہرے پر طمانیت دوڑ گئی۔ ”تم نے بہت اچھا  
کیا روکسی۔ میں تمہارا شکم گزار ہوں تم نے میرے انتقامی جذبے کو تسکین  
پہنچائی ہے اصاب مجھے لٹل ادنیٰ کا پتہ بتاؤ پہلے ہم وہیں چلیں گے شاید  
میں اب بھی لیسٹ پلٹ سکوں۔“

”وہاں جانا پاگل پن ہے ڈلن۔ اس مرتبہ ہم موت کے منہ سے نہ بچ



جو ہمیں اس وقت تک پناہ دے سکتا ہے جب تک خطر ٹل نہ جائے۔“

۔ مٹھیک کہتے ہو مگر وہ ہے کون؟“

۔ جو کوئی بھی ہے، مٹھول آدمی ہے وہ ہمیں موزوں پناہ گاہ فراہم کر سکتا

ہے۔  
روسی کا کہہ ڈونٹی تھرڈ اسٹریٹ پر ڈالے ہوئے کہا۔ اب کار کیناس ایونو  
برز کہ اس کہہ رہی تھی۔

پل عبور کہنے کے بعد چانک ماہر نے روسی کا کندھا بھینچوٹ لئے سے چنٹنا  
شرع کر دیا۔ ”گاڑی روکو۔ گاڑی روکو۔“

روسی نے گھیرا کہہ پر یکوں پر پاؤں رکھ دیا۔ کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔

۔ اب کیا مصیبت آن پڑی تم پر؟“ ڈالنے نے تھمرے لہجے میں کہا۔

۔ تم نے یہ کار کہاں سے حاصل کی ہے؟“ وہ روسی سے مخاطب تھی۔۔۔۔

ایکٹرک پول کی روشنی میں، اس کا چہرہ بے حد خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔

۔ تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو؟“ روسی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

۔ مجھے بھی یہی شک ہے۔“ ڈالنے نے فرمایا۔

۔ مجھے بتاؤ تم نے یہ کار کہاں سے حاصل کی ہے۔“ ماہر نے اپنا سوال

دہرایا۔

۔ مگر تمہیں اس سے کیا۔۔۔ چہاں سے بھی حاصل کی ہو۔ تاہم تمہارے

اطمینان کے لئے بتا دوں کہ میں نے اسے ایک سڑک پر سے اڈا لیا ہے اور کوئی

”اس احمق نے ہمیں مروادیا ہے۔“ مائڈہ چلائی۔ ”تم میں سے کسی نے بھی نہ سوچا کہ ہم چوری کی کار لے کر اسٹیٹ لائن سے گزرے ہیں۔“

”تم الو سے پٹھے۔“ ڈین رو کسی کی کمر پر گھول سکتے ہوئے چیخا۔

”تم نے فیڈرل فورس کو اپنے پیچھے لگا لیا ہے۔“

”ہم۔ مجھے کیا معلوم تھا۔۔۔۔۔“ رو کسی ہسٹلا کر بولا۔

”تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہے کہ فیڈرل فورس کی یہی ڈیوٹی ہے کہ وہ اسٹیٹ لائن پر آنے والی ہر گاڑی کو چیک کرتے ہیں۔ اور پھر تفتیش مکمل ہونے کے بعد مسرورہ گاڑی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ تم الو کے پٹھے ہو اگر اس یا اسے بھی واقف نہیں۔“

رو کسی کا دل زبرد ہو گیا تھا۔ ”اب۔۔۔۔۔ اب کیا کیا جائے ایسے حالات میں جبکہ ہر سٹ قتل کیا جا چکا ہے۔ وہ اور زیادہ سرگرمی سے ہمارا تقاب کر رہے ہیں۔ اس نے بڑبڑلاتے ہوئے کہا۔

”اب بھی وقت ہے۔“ مائڈہ بولی۔ ”جلدی سے نکل چلو وہ لوگ پہنچنے ہی والے ہوں گے۔“ کار ایک مرتبہ پھر سڑک کے سینے پر دوڑ رہی تھی۔

”اور جب وہ حرام کا جنا سڑاں یہ خبر سنے گا۔ تو بھاگا بھاگا ہمیں ڈھونڈ پھرے گا۔“ ڈین نے کہا۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی، آسمان پر چاند سیاہ بدلیوں میں جا چھپا تھا ہر سواک ہوا ناک سا سکوت طاری تھا۔ ایسے سناتے میں کار کی ہلکی ہلکی گڑگڑاہٹ بڑی اجنبی سی لگ رہی تھی۔

”تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟“ ڈلن نے تھوڑی دیر بعد مائہ سے کہا۔  
 ”تمہارا خیال ہے اس بھگڑ رہیں مجھے رقم کا خیال رہا ہوگا۔“ مائہ نے جلدی  
 سے بیگ چھپاتے ہوئے کہا۔ ڈلن نے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور چھپتے کر  
 بیگ چھین لیا۔ گھول کر دیکھا تو اندر نوٹوں کی کئی گڑیاں رکھی ہوئی نظر آئیں۔  
 ”ہم؟ وہ اسے خوشگین نظروں سے گھورتے ہوئے غرایا۔“ ”تو تم مجھے  
 ڈیل کرنا کہنے جا رہی تھیں؟ پھر اس نے گڑیاں نکال کر اپنی جیبوں میں  
 گھونسا مٹھ کر دیں۔ بیگ خالی کرنے کے بعد اس نے مائہ کے منہ پر دے مارا  
 ”میری رقم؟“ وہ بے جا لگی سے سک کر بولی۔  
 ”ہماری ملزلی سپرنٹنڈنٹ کیلے؟“ روکسی اگلی نشست سے بولا۔  
 ”سارے کو یہیں چھوڑ کر ہم پیدل چلیں گے۔“ ڈلن نے بھی آمادگی ظاہر کی اور  
 وہ کار سے اتر کر پیدل آگے بڑھنے لگے۔  
 جس شخص کے پاس ہم جا رہے ہیں وہ تم سے مواد وٹہ کچھ زیادہ ہی طلب کرے گا۔  
 روکسی نے کہا۔ ”جواباً ڈلن نے آمادگی کے انداز میں ہنکارا بھرا۔ مائہ ان کے درمیان  
 چل رہی تھی۔ اس کا وجود تلخیوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا تھا۔ بس نہیں چل رہا  
 تھا۔ وہ ڈلن کا خون پی جانے کے خیال کو حقیقت میں ہی بدل دیتی۔  
 آگے چل کر انہوں نے سڑک چھوڑ دی۔ اور بائیں طرف والی عمارتوں کے  
 ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ یہاں اندھیرا بڑھ گیا اور ہاتھ کد ہاتھ سمجھائی نہ دے  
 رہا تھا۔

ایک مکان کے سامنے رک کر روکسی نے ڈوانے پر دستک دی۔ جلد ہی ایک

دبلا پتلا، اور دراز قد شخص باہر نکلا۔

”کون ہو تمہی؟“ آواز ابھری۔

”ادہ جو یہ تم ہی ہونا؟“ روکی نے کہا۔ ”میں روکی ہوں اور یہ میرے

دوست ہیں۔ کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟“

”آجاؤ۔“ اس نے مروتی سے کہا۔

دو ایک چھوٹے سے تباہ حال کمرے میں پہنچے جہاں تیل کا چراغ جل رہا تھا

”یہ جو چیمبر ہے۔“ روکی نے تعارف کرایا۔ ”میں کا ذکر میں تم لوگوں سے

کمرہ ہوا تھا۔ یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔“

”شاید مجھے تم لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی ہے وہ اپنے زرد و انت نکال کر

بدلا۔“

”دراصل ہم لوگ تمہارے پاس پناہ لینے کی غرض سے آئے ہیں۔ تم یقیناً ہمیں

مناسب اور محفوظ جگہ پر پہنچا سکتے ہو۔“

”میرا خیال ہے پہلے ایک ایک کلاس میرا ہو جائے پھر معاملے کی بات چیت

کریں گے۔“ جو جلدی اسے ہللا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”مجھے یہ شخص کچھ اچھا نہیں لگا۔“ ڈلن نے کہا۔

”ہمیں صرف آم کھانے سے مطلب ہونا چاہیے؟“ روکی شانے اچکا کر ہللا۔

جو بوتل اور کلاس لئے کمرے میں لوٹا۔ تینوں مرد میز کے گرد کرسیوں پر

بیٹھ گئے۔ مگر ماہرہ ان سے ہٹ کر کھڑکی کے قریب جا بیٹھی۔ ڈلن نے اپنے نکال

کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ جو اندرونی بیٹے ہے۔



”کتنے عرصہ کے لئے رہنا پسند کر دو گے!“ شراب نوشی کے بعد جو بولا۔

”چند ہفتے تو لگ ہی جائیگے۔“ روکی نے جواب دیا۔

”ایک سو ڈالر فی ہفتہ دو سکے، جو تے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈالین نے غصے میں آکر کہہ سہی سے اٹھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ روکی نے اسے

بازو سے پکڑ کر بیٹھا دیا، ”ایک منٹ صبر کرو۔“ اس نے کہا۔

”مجھے یہ سودا منظور نہیں۔“ ڈالین نے مشتعل ہو کر کہا۔ ”یہ شخص جس کھلنے

کی کوشش کر رہا ہے۔“

”جو کسے ہوں تو اس پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دس منٹ پہلے ریڈیو سے یہ اعلان

ہو چکا ہے کہ تم تینوں ایک کار چوری کر لے کے چلے۔ میں جیسٹس ڈیپارٹمنٹ کو

مطلوب ہو۔ اس کے علاوہ اسٹیٹ پولیس کو ہر سٹ کے قتل کے الزام میں

بھی تم لوگوں کی تلاش ہے۔“

”کرے میں بہت کی سی گہری خاموشی چھا گئی۔ ماترہ نے نفرت بھری نظروں

سے ڈالین کی طرف دیکھا جس کی وجہ سے وہ آتے تباہی دیر بادی کے دروازے

پر دستک دے رہی تھی۔

جو نے اپنے غلیظ ہاتھ میز پر پھیلاتے ہوئے بازدارانہ انداز میں کہا

”تم تینوں خطرناک قاتلی ہو۔ تمہیں پناہ دینا موت کو دعوت دینے کے

مترادف ہے۔ مگر چونکہ تم روکی کے دوست ہو اس لئے میں رسک لینے پر مجبور

ہوں۔ اگر اب بھی تم لوگ معمولی سا دھن دھن تو یہ تمہاری کم ظرفی ہے۔“

”مگر سو ڈالر بہت زیادہ ہیں۔ خیر میں تمہیں پانچ سو ڈالر دیتے کو تیار ہوں۔

— کہو منظر؟“

”یہ پانچ ہفتوں کا کرایہ ہو گا۔ کھانے کے لئے الگ دو تھے۔“

ڈلن نے اچھل کر اسے گریبان سے مقام لیا۔ اور ایک زورور جھٹکا دے کر بولا۔ ”سنو حرامز ہے! اب اگر ڈھنگ سے بات نہ کرو گئے تو زندگی کا ملقمہ تنگ کر دوں گا۔“

خوف و دہشت کے مارے جو کی گھگی بندھ گئی۔ الفاظ الٹ الٹ کر اس کے حلق سے خارج ہونے لگے۔

”ہم۔۔۔ مجھے۔۔۔ منظور ہے مگر جتنے دو گئے اتنے ہی لے لوں گا۔ میری ماں کا گھر پہاڑیوں پر واقع ہے وہ تمہاری اچھی طرح دیکھ بھال بھی کرے گی اور کھانا بھی کھلائے گی۔ میں تمہیں وہیں بھیج دوں گا۔ وہاں پولیس بھی نہیں پہنچ سکتی۔“ ڈلن نے حقارت سے اس کا گمہ بیان جھٹکا دیا۔

”میں نے اس جگہ کو دیکھا ہوا ہے۔ وہ واقعی بہت محفوظ جگہ ہے۔“ روکسی

بولا۔

”ہمیں ایک کار کی بھی ضرورت ہے۔“ ڈلن جو کی طرف مڑ کر بولا۔

”میں تمہیں اپنی سادھی فروخت کر دوں گا۔“ جو سمرینم کے موکل کی طرح

بولا۔ ”اگرچہ وہ پراں ہے مگر تیز چلتی ہے۔“

ڈلن نے نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف اچھال دی اور بولا۔

”یہ بارہ سو ڈالر ہیں۔ انہیں دو ہفتے کا کرایہ اور کار کی قیمت تصور کرو۔“

جولے کا پینے ہاتھوں سے نولوں کو گنا اور جیب میں رکھ لیا۔ اس کا پہرو اندرونی نمیرت کی غمازی کمر ہاتھا۔ جنہیں وہ دبیلے کی کوشش میں مصروف تھا ڈلن اس کے قریب ہو کر سخت لہجے میں بولا۔

”کار تیار کمر۔ اس کے علاوہ ہمیں شراب کی چند بوتلوں اور خوراک کے سامان کی بھی ضرورت ہوگی۔۔۔۔۔ یہ کام فوراً سے پیشتر ہو جانا چاہیے۔“  
 ”ایسا ہی ہو گا۔“ جو سرشار ہو کر بولا۔ اور باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آکر بتایا کہ تمام سامان کار میں رکھ دیا گیا ہے اور علاوہ ازیں کار کا سلسلہ بھی گیس سے بھر دیا گیا ہے۔

جس وقت جا رہے تھے تو چونے بتایا کہ وہ بھی بہت جلد وہاں پہنچ رہے ہیں۔  
 سکرٹرک پر دوڑنے لگی۔ ڈرائیونگ روکی کمر رہا تھا۔ ڈلن اور مائیک پھلی نشست پر بٹھے۔

”ہم کتنی دیر میں وہاں تک پہنچ جائیں گے؟“ ڈلن نے پوچھا۔  
 ”کافی لمبا سفر ہے۔۔۔ کم از کم تین گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔“  
 کار کئی پھٹی سکرٹرک پر بار بار اچھل رہی تھی۔ اور انجن سے بے تحاشا شور پیدا ہو رہا تھا۔

اچانک مائیک کے ذہن کے نہاں غلے میں پوشیدہ ایک پرانا جذبہ عود کر شعور میں سمٹ آیا۔ اسی جذبے کے زیر اثر اس نے اپنا سراسر ہنگامے ڈلن کے شانے سے لٹکا دیا۔۔۔۔۔ یہ کیسی نفرت تھی۔۔۔۔۔ یہ کیسی محبت تھی۔۔۔۔۔ وہ خود بھی ان جذبات سے شعور کی طرح پرہیز مآد اقف تھی۔ جو اس

وقت سے اس کے لاشعور میں چمٹ کمرہ گئے تھے! جب سے اس نے دلن کو دیکھا تھا.....

”کیسے؟“ دلن اس کا سر ہٹک کر اکھڑ لیجے میں بولا۔

”سیدھی ہو کر بیٹھو۔“ لیجے کی سرد مہر نے اس جذبے کو دوبارہ لاشعور میں دھکیل دیا۔ اور وہ خود پر تل کر لگا کمرہ گئی۔

اچانک دلن کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ اپنی سماعت میں ابجن کا ہلکا ہلکا شور ابھرنے لگا۔ مگر ابجن کا یہ شور کاسے کے ابجن سے مختلف تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا بہت دور روشنی کی اک لوتی گول پیٹی مقرر کئی نظر آرہی تھی۔ یہ پٹی آہستہ آہستہ قریب ہوتی جا رہی تھی اس نے آواز کی سمت کان نکا دیئے۔ آواز واضح ہوتی جا رہی تھی۔ اب اسے سمجھ آئی کہ یہ شور کیسا تھا..... بوڑھا سائیکل کے ابجن اور غطرے کے سائرن کا ملا جلا شور.....

”رفتار بڑھاؤ.....“ پولیس تعاقب کمرہ رہی ہے۔ وہ چیخا۔

روکس نے چنک کر پیچھے دیکھا..... سائرن کی آواز بتدریج قریب آئی جا رہی تھی۔

”رفتار اور بڑھاؤ.....“ وہ الوداعی پکارا چڑھ گیا۔

رفتار بڑھانے سے کار بری طرح ہلنے لگی..... جھٹکوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

دلن نے پستول نکال کر پھیلی کھڑکی پر مارا شیٹ ٹوٹ کر باہر گر گیا۔  
”قائمیت کہنا۔“ ماٹہ نے اسے روکنا چاہا۔

مگر دلن نے نشانہ لے کر ٹرائیگر دیا دیا۔ دو دھاکے ہوئے مگر نشانہ خطا گیا  
 موٹر سائیکل سواری دھرا دھرا لہرا کر خود کو بچا گیا۔  
 تعاقب بدستور جاری تھا۔ فائرنگ سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ الے کا فاصلہ  
 بڑھ گیا۔

اچانک کھلی جانب سے پے در پے کئی فائر کئے گئے اور کار کے پچھلے شیشے کے  
 ٹکڑے اندر بکھر گئے۔ دلن پر وحشت سوار ہو گئی۔ اس نے ایک دم تھا من کا دبانہ  
 کھول دیا۔ ایک وقت کئی شعلے نیم دائرے میں دوڑتے پھیل گئے۔ اس کے ساتھ  
 ہی کہ بناک چیخ و فغا کے سنائے کہ چیرتی دوڑتے پھیل گئی۔  
 ختم ہو گیا۔ دلن جوش سے چلا یا۔ اور پستول کو سیٹ پر اچھال کر تھمتھ  
 لگانے لگا۔

اچانک اسے چومکنا پڑا۔ اسے اپنا ہاتھ گھسیلا اور گرم محسوس ہو رہا تھا۔ سوٹھ  
 کہہ دیکھا تو یہ خون کی بو تھی..... تو کیا وہ زخمی ہے..... اس نے دل میں سوچا  
 اسی لمحے اس کا ذہن ایک خیال کے تحت پلٹا۔ ایک کونے میں ماہرہ کا جسم آہستہ  
 آہستہ رینگ رہا تھا۔ اس کا آدھا جسم نشست سے اوپر اور آدھا نیچے لٹک رہا تھا  
 ہے۔ کیا ہوا۔ کیا تم زخمی ہو؟ اس نے پوچھا۔  
 جواب میں ماہرہ کے کھانسنے کی آواز سنائی دی۔

اے کار روکو۔۔۔ وہ آخری دھوکا پر ہے۔ دلن نے روکی سے کہا۔  
 روکی نے گھبرا کر روک دی۔ دونوں نے ماہرہ کے جسم کا جائزہ لیا۔ وہ  
 بری طرح زخمی تھی۔ ایک بازو اپنی طرف سینے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اور دوسرا

نیچے لٹک رہا تھا۔ انگلیوں سے خون ٹپک ٹپک کر نیچے گرتا جا رہا تھا۔  
 ”ہے۔۔۔ بے بی تم بری طرح زخمی ہو۔“ ڈالین نے نرم لہجے میں کہا۔  
 اس نے آہستہ سے سر اٹھایا چہرے سے شدید کرب کی کیفیات ظاہر  
 ہو رہی تھیں۔ جنہیں وہ اپنے لیے اس کے دانتوں پر دانت جاملے تھے۔  
 سار کی خیر کن لاسٹنس میں اس کا زخمی چہرہ بے حد عجیبانگ لگ رہا تھا۔ بکھرے  
 بال، خون اور پسینے سے بھیگا ہوا چہرہ دیکھ کر روکسی سر سے پاؤں تک کانپ  
 اٹھا۔

”اس کی حالت نازک ہے۔“ روکسی نے کپکپاتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں  
 اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہو گا۔ ورنہ یہ مر جائے گی۔“  
 ”تم ٹھیک کہتے ہو۔“ ڈالین نے کہا۔ ”حالت خراب ہے ڈاکٹر کے پاس  
 لے جانا ہی پڑے گا۔“

روکسی مائیکہ کے جسم سے ہٹ آیا اور کار کے اندر بیٹھتے ہوئے اسجن  
 اشارت کر ہی رہا تھا کہ ڈالین جھپٹ کر اس کے پاس پہنچا۔  
 ”سنو... ہم اس حالت میں اسے دوبارہ نصیب تک نہیں لے جاسکتے۔ رستے  
 میں اس کی حالت اور بگڑ سکتی ہے۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ تم ڈاکٹر زبردستی  
 یہاں پکڑ لاؤ۔ میں اتنی دیر اس کے پاس ٹھہرتا ہوں۔“  
 روکسی نے ایک مرتبہ اس کی سر دھڑاٹھکوں میں جھانکا۔ پھر زین پر مائیکہ  
 کے بکھرے جسم کی طرف دیکھ کر بولا۔

”مم۔۔۔ مگر اس کی حالت.....“

”کچھ نہیں.... تم جاؤ یہاں سے۔“ ڈلن غرایا۔ ”اب ڈاکٹر کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی وہ دم توڑ رہی ہے۔ تم دور جا کہہ بیٹھو میں آخری دہوں پلاس سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔“

روکسی انجن بند کرنے سے باہر سڑک پر آگیا۔ مائمرہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور گھٹے گھٹے لہجے میں بولی۔

”روکسی.... روکسی.... رو.... کسی.... کسی.... تم کہاں جا رہے ہو؟“  
 ”میں تمہاری مرہم پیٹھی کا سامان لینے جا رہا ہوں۔“ روکسی نے ٹھوٹھے لہجے میں کہا۔ ”تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔“

”درو کی ایک ناقابل برداشت لہراس کے سینے سے اٹھی۔“

”روکسی.... تم میرے پاس رہو روکسی.... مجھے چھوڑ کہہ نہ جاؤ....“  
 میں اکیلی رہ جاؤں گی.... میں سر جاؤں گی روکسی.... دیکھو....  
 میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں خدا کے لئے مجھے چھوڑ کہہ مت جاؤ....  
 روکسی.... رو.... کسی.... وہ گہرا گہرا گہرا گہرا گہرا.... لیکن روکسی اسے چھوڑ  
 کہہ سڑک پر نکل گیا۔ اس کے شانے اس طرح کپکپا رہے تھے۔ جیسے شدید سردی محسوس نہ رہا ہو۔

ڈلن مائمرہ کے قریب آگیا۔

”تم اب بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔“ وہ آہستہ سے اس کے کان میں

بولتا۔

”مجھے ایک اور موقع دے دو ڈلن۔“ وہ گہرا گہرا گہرا گہرا.... میں جانتی

ہوں.... تم.... تم مجھے.... تم مجھے.... اور لیں ایک اور موقع۔  
 ولن اسے گھورتا ہوا بولا۔۔۔ ”تم پاگل ہو گئی ہو شاید... چلو ہیں  
 تمہیں کار کی سیٹ میں لٹا دوں۔“

یہ کہتے ہوئے احمد نے اسے ایک جھٹکے سے بازوؤں میں اکٹھا یا اور پھپھلی  
 سیٹ پر ڈال دیا۔

”تم.... میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ ولن.....“ مانر نے  
 کمزور آواز میں کہا۔

ولن اس کے چہرے پر ہلک گیا۔ دو لکیریں اس کی ناک کی جڑوں سے  
 ہوتی ہوئی منہ تک کھینچ آئی تھیں۔ ”تم کیا سوچنے لگی ہو سسٹر؟“  
 اس کی آواز بھیانک حد تک بھرا گئی تھی۔

”تم میرے ساتھ کتوں جیسا سلوک نہ کرنا ولن.....“ وہ کھانے ہوئے  
 بولی کھانسی کے ساتھ ہی منہ سے خون ابل پڑا۔

دفعاً ولن کھل کر سامنے آگیا۔ اس کی جیلٹ میں پنہاں وحشت،  
 درندگی، بدمعاشیت سمٹ کر آنکھوں میں آ گئی۔

”مجھے ایک موقع دے دو ڈی.... لن.....“

”کیا تم نے فین کو کوئی موقع دیا تھا کتیا۔“ وہ غرایا۔ ”تم نے اسے بے دردی  
 سے جلا دیا۔ کیا تم نے کئی بار مجھے قتل کرنے کے منصوبے نہیں بنائے۔ کیا تم نے  
 میرے خلاف جرمی کو نہیں بھڑکایا..... تم نے ہر مقام پر مجھے دھوکا دینے  
 کی کوشش کی ہے..... آتے ہوئے تم نے چوری چھپے رقم بھی اڑائی تھی.....“



انہیں سسٹر تم اس قابل نہیں کہ تمہیں اور موقع دیا جائے۔۔۔۔۔ تم بہت مکار اور لڑی ہو سسٹر۔۔۔۔۔

”دیکھو۔۔۔۔۔ میں کتنی زخمی ہوں ولن۔۔۔۔۔ مجھے اپنے کئے کی سزا مل

چکی ہے۔۔۔۔۔ اب تو مجھے معاف کر دو۔ اس کے لہجے میں التجا تھی، کمر ب تھا۔  
۔۔۔۔۔ احساں شکست تھا۔۔۔۔۔ وہ اس سے زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔  
پتھر کے سامنے آہ وزاری کر رہی تھی۔

میراں نے بڑی مشکل سے اپنا خون آلود ہاتھ ولن کے گال سے مس کیا تھا۔  
سامکرائی۔۔۔۔۔ اک دردناک سکراہٹ۔۔۔۔۔ اک عجیب سا جذبہ۔۔۔۔۔ جس میں  
کئی رنگ تھے۔۔۔۔۔ بے چارے رنگ جنہیں علیحدہ سے دیکھنا مشکل تھا۔ ”مجھے  
۔۔۔۔۔ تم سے۔۔۔۔۔ محبت ہے۔۔۔۔۔ ڈی۔۔۔۔۔ لن۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔  
محبت کرتی ہوں۔۔۔۔۔ تم سے۔۔۔۔۔ ہاں تم سے۔۔۔۔۔“

”ہو نہہ محبت۔۔۔۔۔ تم بہت مکار ہو سسٹر مجھے آج تک تم سے زیادہ  
مکار عورت انہیں ملی۔ سسٹر۔ اس کی انگلیاں جیب میں پڑے پتوں کے سرو  
بیرل پر جمی ہوئی تھیں۔

خون کافی بہہ چکا تھا، وہ لقاہت کے مائے کمر اسنے لگی۔ پھر اچانک  
دوبارہ کھانسی کا شدید دورہ پڑا۔ خون کے کئی گوتے حلق سے ابل پڑے  
۔۔۔۔۔ وہ جلدی جلدی خون کھوکتے ہوئے بولی۔

”مجھے نہ مارو ڈی۔۔۔۔۔ لن۔۔۔۔۔ مجھے نہ مارو۔۔۔۔۔ تم بہت نڈل  
ہو۔۔۔۔۔ مگر مجھے تم سے محبت ہے۔ دیکھو میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو میں خود

ہی مر جاؤں گی.... بہت تھک چکی ہوں.... زمانے نے مجھ پر بے انتہا ستم  
 توڑے ہیں۔ مجھے آنکھ کھولتے ہی ہر طرف بھیڑیے نظر آتے ہیں، میں نے ہر  
 جگہ وحشت کے منت سنے روپ دیکھے ہیں۔ ظالم۔ درندے۔۔۔ دیکھو  
 مجھ پر کتنے ظالم ہوئے ہیں، مظلوم کی فریاد سن کر تو پہاڑوں کے سینے پھٹ  
 جاتے ہیں، زمین مٹی ہو جاتی ہے، پھر تم کیسے انسان ہو.... کیا تمہارے سینے  
 میں دل نہیں دھڑکتا.... مجھ جیتے دو ڈلن..... آہ دیکھو موت مارو....  
 لیکن تم بہت سنگدل ہو.... یاد رکھو تم بھی ہاتھی کی موت مرو گے....  
 کوئی چوہی تمہاری سونڈ میں گھس کر تمہیں ہلاک کر ڈالے گی.... تمہاری  
 موت پڑی بے بسی کے عالم میں ہوگی.... وحشی..... درندے.... یہ  
 میری بد دعا ہے کہ.... کہ.... آہ....  
 کھپٹی پر پہننے والے سپتول کے بیر لے اے ہمیشہ کے لئے خاموش  
 کمر دیا۔

ڈلن نے سپتول کو جیب میں ڈالا اور اس کی لاش کو گھسیٹ کر باہر پھینک  
 دیا۔ پھر جھپک کمر اس کا سینہ ٹٹولا۔ دل کی دھڑکن ساکن ہو چکی تھی، یوں جیلم  
 ہوتا تھا، جیسے ابھی اس کا کمیناک چہرہ جاگ اٹھے گا۔ آنکھیں کھل کر جھپک  
 پڑیں گی، اور جیم حرکت میں آکر بلی کی طرح اسے دلو پر لے گا.... وہ  
 خوفزدہ سا ہو گیا۔

اور پھر.... چاند بدلیوں سے نکل آیا، سحر انگیز روشنی چاروں طرف  
 پھیل گئی، دور سرک کے کنارے گھاس پر نیم درازہ کسی چاند کی طرف دیکھ رہا

تھا۔ اس کا بدن اب بھی دھیرے دھیرے کانپ رہا تھا۔ کیا ہوگا.....  
کیا ہو چکا..... اس سے وہ بے خبر نہ تھا۔

۲۱

ماہیٹر ادھیڑ عمر کی حیثیت و مالالاک عورت تھی۔  
وہ فارم ہاؤس میں کھڑی ان کا بغور جائزہ لے رہی تھی۔ ایک پوری  
نما کیڑا اس کی کمر کے گہرے دلپٹا ہوا تھا۔ جسے وہ ایپرن کے طور پر استعمال کرتی  
تھی۔ فارم ہاؤس چاروں طرف سے پہاڑیوں میں گھرا ہوا تھا۔ مین روڈ یہاں  
سے کافی دور تھی۔ پہاڑیوں کے دامن میں واقع یہ عمارت بالکل تنہا تھی اور  
دور تک کوئی دوسری عمارت دکھائی نہ دیتی تھی۔

سولج سر پر چڑھ آیا تھا۔ گزشتہ رات انہوں نے فارم ہاؤس کے  
وڈا سٹور میں گنہار دی تھی۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ رات گئے تک ان  
لوگوں کو جگا کہ خوفزدہ کر دیں۔

روکھی بڑھیلیا سے باتیں کر رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان کے  
معتاق پہلے سے جانتی ہو۔ غالباً جو نے تمام تفصیلات فون پر اسے بتا دی تھیں

کمرہ انہیں دیا گیا وہ گیر و غبار سے بری طرح اٹا ہوا تھا۔ بڑھیا نے کمرہ صاف کیا اور ان کے لئے ناشتہ تیار کرنے چلی گئی۔

صبح و عریض نشست گاہ میں ایک بوڑھا کمرہ سی پر بیٹھا تھا۔ عمر میں وہ ماحیٹر کا بھی والد ماجد نظر آتا تھا۔ مگر درحقیقت اس کا شوہر تھا۔ نشست گاہ کا عقیقی دروازہ کچن میں کھلتا تھا جہاں ماحیٹر ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ یہاں اس قید خانے میں رہنے کا معاوضہ ہم نے کچھ زیادہ دیا ہے۔  
ڈلن نے کہا۔

”مگر یہ بھی تو سوچو ہم یہاں بالکل محفوظ ہیں۔“

ڈلن کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔ اور کسی نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر جمادیں۔۔۔۔۔ گزشتہ رات کے واقعات سے اس کے اعصاب اب تک کشیدہ تھے۔ ماہرہ کی لاش کمانہوں نے وہیں گڑھا کھود کر دبا دیا تھا۔ عین ٹکٹن تھا۔ کسی کی نظر پڑنے کی صورت میں لاش دوسرے تیرے دن ہی برباد ہو جاتی ورنہ دوسری صورت میں لاش وہاں کل سر جھی جاتی اور کسی کو علم ہی نہ ہوتا۔

ماچیٹر نے انڈیکس اعلان کیا کہ دوسرے کمرے میں ناشتہ تیار ہے۔ وقت وہ کمرے میں پہنچے تو بوڑھا ماحیٹر پہلے سے وہاں بیٹھا ناشتہ کرنے میں مصروف نظر آیا۔ ڈلن نے گھور کر بوڑھے کو دیکھا جوا بوڑھے نے بھی اسی قسم کا رویہ اختیار کیا۔

”اس کی پردہ امت کمرہ یہ ہر ہے۔“ ماحیٹر نے جلدی سے کہا۔

ڈلن کہی گھیسٹ کر میر کے قریب بیٹھ گیا۔ ناستے میں نظر آنے والی اشیائے  
فادم ہاؤس کے مینوں کی غربت و افلاس بھلک رہی تھی۔  
”کیا یہاں ریڈیو ہے؟“ ڈلن نے پوچھا۔

”نہیں ہیں کبھی اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔“ ماسٹر نے جواب دیا۔  
”میر ان خیال تھا ریڈیو ہر فادم ہاؤس پر مل جاتا ہے۔“ ڈلن ناراضگی  
سے بولا۔

”ہم غریب لوگ ہیں۔ ریڈیو خریدنے کے متممل نہیں۔“  
دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔ روکسی اور ڈلن دونوں ہی  
اسے دیکھ کر کھاتے کھاتے رک گئے۔ وہ قریب مائل جسم کی لڑکی تھی اس کے بھوٹے  
بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ جسم پر نظر آنے والا لباس میلا کچھلا تھا۔ قد  
کے لحاظ سے ڈلن کے برابر نظر آتی تھی۔ بڑے بڑے جلیچہ نما ہاتھ پاؤں، صحت  
مند جسم، دلکش خدوخال، چمکدار آنکھیں..... مگر چہرے کے تاثرات سے  
وہ کوئی سات سالہ بچہ دکھائی دیتی تھی۔

بڑے حیرت زدہ انداز میں وہ دونوں کو بلکیں بھپکا بھپکا کر دیکھتی  
رہی۔ آنکھوں سے قد سے خوف و ہراس بھی مترشح تھا۔  
”بیٹھ جاؤ کہہ لیں۔“ ماسٹر بولی۔ ”تمہیں ان دو شریف آدمیوں

سے نہیں ڈرنا چاہیے۔“  
کافی دیر تک وہ بدستور انہیں خاموشی سے تنکٹی رہی۔ پھر آواز میں بناوٹی  
خود اعتمادی پیدا کر کے بولی۔

”کیا تم لوگ اس بڑی سی کار میں آئے ہو؟“  
 دلن نے روکی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا جیسے لڑکی کے متعلق فیصلہ  
 نہ کر سکا ہو کہ اسے کیا سمجھے؟ ”ہاں بے بی ہم لوگ اسی کار میں آئے ہیں؟ روکی  
 نے جواب دیا۔

”ہمارے پاس کوئی کار نہیں ہے۔ وہ اداس لہجے میں بولی۔ ”کیا تم مجھے  
 کار میں جٹھا کر سیر کراؤ گے؟“  
 ”کم لسی! ما جیسٹر نے اسے ڈانٹا۔ ”تم ان شریف آدمیوں کو تنگ نہ  
 کر۔ چلو چپ چاپ ناشتہ کر کے باہر کھیلو۔“  
 کم لسی نذیدوں کی طرح کھانے پر جھپٹی اور جلدی جلدی نوالے حلق سے  
 اتارنے لگی۔ کھانے کے بعد اس نے دودھ کا جگ منہ سے لگا لیا۔ پینے کے  
 دوران دودھ اس کے کپڑوں پر بھی گم تار ہوا۔  
 اچانک دلن نے تنہوں سے کم لسی کے لباس سے اٹھنے والی کھٹی سی بو  
 ٹکرائی۔ ایسی بو جو کہ اکثر ان بچوں کے جسموں سے اٹھتی ہے جن کے ماں باپ  
 ان کی خاطر غماہ دیکھ بھال نہیں کرتے۔ یہ بو ایسی ناگوار تھی کہ دلن کم لسی سے  
 اٹھ کھڑا ہوا اور کافی سا کپ اٹھا کر کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے  
 اٹھتے ہی کم لسی نے اس کی گوشت والی پلیٹ اپنی طرف سرکالی اور بھوکوں  
 کی طرح ہڈیاں چچھڑنے لگی۔

”بے بی۔ کیا تم بھوکے ہو؟“ روکی چاقو میز پر رکھ کر کہہ بولا۔  
 اس نے روکی کی طرف دیکھ کر زور زور سے سر ہلایا۔ روکی نے اپنی

پلیٹ کا گورنٹ بھی اس کے سامنے رکھ دیا۔ جس پر وہ بھوکے چیتے کی طرح ٹوٹ پڑی۔

”تم سیر کرنے لے جاؤ گے نا؟“ کھانے کے بعد وہ بولی۔

”ہاں۔ ہاں ضرور لے جاؤں گا۔“

”کہہ لی خاموش رہو۔“ ماچیسٹر اسٹو کے قریب سے بولی۔ کہہ لی منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑائی۔۔۔۔۔ اس کے منہ سے رال بہہ کہہ ٹھوڑی تک آگئی تھی۔ ماچیسٹر نے اس کا منہ صاف کیا اور مسکرا کر کہنے لگی۔ ”یہ بہت معصوم لڑکی ہے۔ لیکن دل کی بڑی نہیں۔ اس کے دماغ کا کوئی پرزہ بچپن ہی سے ڈھیلا رہ گیا ہے۔“ اب تو یہ کافی بڑی ہو گئی ہے۔“ روکھی نے کہہ لی کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے۔ یہ کبھی بھی صحیح الدماغ نہیں ہو سکتی۔“ ماچیسٹر کی آواز میں دکھ ابھر آیا۔ ڈالین باہر کار کی پھپھی سیٹ کر پانی سے دھو رہا تھا۔ روکھی اس کے قریب پہنچ رہی تھی۔

”اس کیتا سے مجھے لگن آتی ہے۔“ ڈالین نے ناک سکڑ کر کہا۔

”بالکل سچی ہے بے چادی۔“ روکھی نے کار کے بچہ پر بیٹھ کر سگریٹ سلکایا

”ہمارے لئے بالکل بے ضرر ہے۔“

اسی لمحے کہہ لی شور مچاتی ان کے قریب پہنچی۔

”اسے یہ تم نے ساری سیٹیں خراب کیوں کر دیں؟“ اس نے حیرانی

سے پوچھا۔ ڈلن نے بری طرح گھور کر اس کی طرف دیکھا اور کار کی دوسری طرف چلا گیا۔

”یہ آدمی مجھے اچھا نہیں لگتا، وہ سرگوشیاں لہجے میں روکی سے کہنے

لگی

”ا وہ نہیں بے بی تم غلط سمجھیں وہ بہت اچھا ہے۔“

”اچھا؟“ جیسے اس نے زبردستی اس کی بات مان لی ہو۔

”تو پھر سیر کرانے لے چلو۔“

”کل چلیں گے بے بی۔“ روکی نے کہا۔ ”یہ بتاؤ تم دن بھر کیا کرتی رہتی

ہو؟“

”میں۔؟“ کلکھلا کر بولی، ”میں سارا دن کھیلتی رہتی ہوں۔“

”اچھا تو آؤ پھر ہم دونوں ملکر کھیلیں۔“ روکی نے کہا۔

کرکسی نے پہلے تھک چھ سوچا جیسے فیصلہ کر رہی ہو کہ آیا اسے اس کے سامنے

کھیلنا چاہیے یا نہیں۔۔۔۔۔ پھر اچھل کر بولی، ”چلو آؤ کھیلیں۔“

ڈلن نے طنز سے انداز میں روکی کی طرف دیکھا اور خشک لہجے میں بولا۔

”ہاں لے جاؤ اسے وریا پر۔ اور خوب ہناؤ۔“

”غلط انداز میں مت سوچو ڈلن۔“ روکی نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔۔۔

”۔۔۔۔۔ وہ بے حد بھولی بھالی اور معصوم لڑکی ہے اس سے متعلق ایسی باتیں

سوچنا درست نہیں ہے۔“

”مینجر فریڈا اس بلا کر کہاں سے کہیں دور لے جاؤ۔“ ڈلن جھٹکا



کہہ دیا۔ ”جاؤ بے بی اس کے ساتھ جا کہ گڈ لیل سے کھیلو۔“  
 روکی اس کا بازو مقام کہ پتھر پھلانگتے لگا۔ اسے اس مصوم سی لہری کی  
 جوانی پر بے حد ترس آ رہا تھا۔ جس کا دل نہ اندر سے کالا تھا اور نہ باہر سے  
 ..... وہ اب بھی اتنی ہی مصوم تھی جتنا پیدائش کے وقت تھی۔

## ۲۲

اگلے دو دنوں تک دلن کا مزاج بے حد بگڑ گیا۔ بوڑھے چیسٹر کی ایک بک  
 سنتے سنتے اس کے کان پک گئے اور اس پر طرہ یہ کہ کہ لسی کا فنت آمیز حکایت نے اسے  
 بری طرح جھنجھلا دیا۔ اور تیسری طرف وہ بڑھ گیا تھا۔ جو اس کے سامنے ہر وقت  
 اپنے بیٹے کے قیصے دہراتی رہتی تھی۔

کہ لسی پالتو کتے کی طرح روکی کے پیچھے دم ہلاتی پھرتی تھی۔ ان دو دنوں  
 کے اندر اس کی سلامی جھجک اور شرم ختم ہو کر مالنوسیت میں بدل گئی۔

اس عرصہ میں روکی پر یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا تھا کہ کہ لسی کے جسم  
 میں غیر معمولی قوت پنہاں تھی۔ وہ بڑے بڑے لکڑی کے ٹکڑے اتنی آسانی سے اٹھا  
 سکتی تھی۔ جتنی آسانی سے وہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ان دو دنوں میں کافی کارٹھی پھینتی

تھی۔ البتہ دن میں کبھی کبھار وہ روکی سے روٹھ جاتی ایسے ہی جب روکی اسے بڑے  
 پیار سے مناتا۔ بڑے بڑوں کی طرح گھر کتا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتی۔ سننے  
 ہوئے وہ بہت پیاری لگتی تھی۔ اس کا معصومانہ حسن اور نکھر آتا۔

دس بجے کے قریب جو فارم ہاؤس پہنچا۔ اپنی نئی کار بڑے خزاں اور غرور  
 سے کھڑکی کی اور اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ کمرہ سی بھی اتاری جو اسے کہیں راستہ  
 ہی میں ملی تھی۔

اندر پہنچتے ہی بوڑھے اور بڑھپیا نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا بوڑھا چسپٹ  
 اپنے پلنگ سے اتر کر سلیپر گھسیٹتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور مختلف قسم کے سوالات  
 کی بوچھاڑ کر دی۔

ماں باپ سے گلو خلاصی حاصل کر کے وہ ڈلن اور روکی کے پاس پہنچا  
 جو پہلے سے اس کے منتظر تھے۔ تینوں افراد فارم ہاؤس سے باہر نکل کر کچھ فاصلے  
 پر آگئی ہوئی گھاس پر جا بیٹھے۔

”کیا حالات ہیں؟“ ڈلن نے بے مبری سے پوچھا۔

”کچھ نہ پوچھو پولیس کے محکمہ میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔“

”اخبار ساتھ لائے ہو؟“

”ادہ نہیں۔ مجھے اخبار خریدنا یاد ہی نہیں رہا۔“

”تم الح کے پٹھے ہو۔“ ڈلن بھیٹلا کر گرجا۔ ”وقت سے آئے ہو اور اخبار

خریدنا بھول گئے۔“

”یقین کر دو میں شرمندہ ہوں۔ مجھے واقعی یاد نہیں رہا کہ.... جو خود

ہو کر لہ لہ۔

”اور اب سنا لو کے چرخے، ڈلن نے اس کی بات کاٹ دی، ”ہیں یہاں“

ریڈیو کی بھی ضرورت پڑے گی، ہم وہاں کے حالات سے بے خبر نہیں رہنا چاہتے؟

”اچھی بات ہے۔ دوبارہ جب آؤں گا تو تمہیں ریڈیو بھی مل جائے گا۔“

”خیر، بتاؤ دہل آج کل کیا ہو رہا ہے؟“ روکی نے مداخلت کی۔

”فیڈل اسٹینڈوں نے قصبے کا کوٹنا کوٹنا چھان مارا ہے۔ وہ لوگ میرے پاس

بھی آئے تھے۔ کیونکہ تم لوگ سروقہ کار میکس مکان سے کچھ فاصلے پر پھول گئے تھے۔“

”کیا انہیں معلوم ہے کہ تم یہاں بھی رہتے ہو؟“ ڈلن نے پوچھا۔

”میرے خیال میں تو ایسا انہیں ہے۔ دیکھو میٹر میں نے اپنی جان کو خطرے

میں ڈال دیا ہے اگر ان لوگوں کو پتہ چل گیا کہ تم یہاں پھپھے ہوئے ہو تو سوچو میرے خاندان  
ساکیا حشر ہو گا۔“

”کیا بارہ سو ڈالر میں نے تمہیں کہہ س کے تحفہ میں دیئے ہیں؟“ ڈلن نوا یا۔

”آہ۔ میں وہ تمام رقم جوے میں ہار بیٹھا ہوں اب میرے پاس چند سئے

رہ گئے ہیں۔ جو نے آہ بھری۔

”تو پھر میں کیا کروں؟“

”اب میں بالکل تہی دست ہوں اور ....“

”مکاری انہیں چلے گی میٹر، ڈلن نے مداخلت کی۔ ”میں تمہیں پہلے ہی

بہت زیادہ رقم دے چکا ہوں۔ اب مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم اسے جوئے میں

ہارو یا حسینوں کے درمیان گل چھڑے اداؤ۔“

”تمام اخبار ہر سٹ کے قتل کی خبروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ فیڈرل ایجنٹ تمہاری تلاش میں گدھوں کی طرح منڈلاتے پھرتے ہیں۔ جگہ جگہ تمہارے متعلق پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔۔۔۔ اور ہاں تم لوگوں کی گرفتاری پر پانچ ہزار ڈالر کے انعام کا اعلان بھی کیا گیا ہے“

”پانچ ہزار ڈالر؟“ دونوں بیک وقت بولے۔

”ہاں۔ وہ ہر صورت میں تمہیں گم فتا کہہنا چاہتے ہیں۔“

یہ سن کر دونوں افراد سوچوں کے تانے بانے میں الجھ گئے۔ تفکرات کی پم چھائیاں ان کی آنکھوں میں لہرائے لگیں۔

”پانچ ہزار ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔“ جوئے کہا، ”کوئی شخص بھی

اس رقم کو پانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اچھا میں دراما کے پاس جا رہا ہوں وہ مجھے وہاں نہ پا کر چلا رہی ہوگی۔ جلتے ہوئے تم لوگوں سے مل لوں گا، یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ گیا۔

”تم نے دیکھا وہ کیا بکواس کر رہا تھا۔“ روکی نے کہا۔

”یہ سب کیا دھڑا تمہارا ہے۔“ ڈون تلخ لہجے میں بولا۔

”اگر ہم نے اس کا منہ نہ بھرا تو وہ پولیس لے آئے گا۔“

”لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ واقعی ہماری گرفتاری کے لئے انعام

مقرر کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ حرام زادہ ہم سے رقم ہتھیلے کے لئے چال چل رہا

ہو۔“ ڈون نے کہا۔ لوٹوں کی آخری گڈامی اس نے جیب سے نکالی اور گفٹے لگایے

کل دو ہزار دو سو پچاس ڈالر بھتے۔ کچھ سوچتا ہوا ڈون سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا

ادھر پھر وہ فارم ہاؤس کی طرف چل پڑے۔ رستے ہی میں جو مل گیا۔  
 ”سو سٹر۔“ ڈلن نے اس سے کہا۔ ”کہیں تم پانچ ہزار جیتنے کے چکر میں تو  
 نہیں ہو؟“

”تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔“ جو مسکرایا۔ ”میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ جو تم نے  
 مجھے دی تھی وہ میں جسے میں گنوا بیٹھا ہوں۔“  
 ”دو ہزار تھماؤ لے کافی رہیں گے؟“ ڈلن نے نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔  
 جو کی آنکھوں میں حریفانہ چمک ابھرائی۔

”بہت کافی رہے سٹر؟ وہ پدمسرت ایسے میں منمنایا۔  
 ڈلن نے دو ہزار نکال کر اس کے منہ پر بٹے مائے۔

”کان کھول کر سن لاداب اگر تم نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو نتائج کے  
 خود ذمہ دار ہو گے۔ ہمارے عتاب سے نہ صرف تم نقصان اٹھاؤ گے بلکہ تمہارا  
 خاندان بھی نہ محفوظ رہ سکے گا۔“ ڈلن نے دھمکایا۔  
 ”میں سمجھتا ہوں سٹر تم بالکل فکرمند نہ کرو۔“ جو نے جوش سے کہا۔

حقوڑی و پیر لپٹا سونے کا ردھول اڑاتی دور نکلی گئی۔  
 ماسپیٹر باہر کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی۔ پھر کمر لسی اندر سے نکلی اور جو  
 کو پیچ پیچ کر پکڑنے لگی۔ اس کی ماں نے اسے بتایا کہ جو قہقہے کی طرف چلا گیا

۶

”وہ اتنی جلدی کیوں دالیں گیا ماں۔ کیا وہ اب کبھی واپس نہیں آئے

گا؟“

ماجیسٹریٹ کی طرف پلٹی اور ناگداری سے بولی۔

”ایسا مت کہو کہہ لسی۔ وہ بہت ساری دولت کمانے لگیا ہے، پھر جب

تمہارا بھائی بہت امیر آدمی بن جائے گا، تو ہم یہ فارم ہاؤس چھوڑ کر اس کے بنگلے

میں رہا کریں گے وہاں ہمیں بہت اچھے اچھے کھانے ملا دیں گے، اچھے اچھے

کپڑے ملا دیں گے۔ پھر تم ان مٹی کے گھر وندوں سے کھینے کی بجائے قیمتی کھانوں

سے کھیلا کرو گی۔ بس اب کے تمہارا بھائی بہت بڑا آدمی بن کے لوٹے گا۔ ....

پھر ہم اس کے ساتھ ہی چلے جائیں گے۔

۲۳

سورج غروب ہو رہا تھا۔

ڈن کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا اس کا چہرہ پہلے ہی غصے

کی شدت سے سلگ رہا تھا۔ سورج کی روشنی کمرے اور سرخ کمرے ڈال رہا تھا۔ وہ اندر

ہی اندر بیٹھا کھاتے ہوئے روکے روکے رہا تھا اس کی حالت میں موجودہ مصائب

کا ذمہ دار وہی تھا۔

باہر ماجیسٹریٹ اسٹور سے لکڑیاں لاکر باورچی خانے میں رکھ رہی تھی۔

دلن اس کے قریب سے کھسک کر بہ آمدے میں چلا آیا اچانک بوسری کھڑکی کے سامنے پہنچ کر اس کے قدم غیر ارادی طور پر رک گئے۔ اندر موم بتی کی روشنی میں کہ لسی کا چہرہ شباب جسم اپنی تمام تر محشر خیز لولہ کے ہمراہ بہتہ تھا۔ پھر اس نے اس کیٹ اٹھا کر پہنا شروع کر دیا۔ دلن کے سانس بچے ترتیب ہو گئے اور نگاہیں اس کیٹ میں الجھ کر رہ گئیں۔ اچانک ہوا کے ایک جھونکے سے موم بتی کا شعلہ بھڑک اٹھا اور بجھ گیا۔ اندر اندر مہیرا چھایا۔ مگر دلن کا وجود سلگنے لگا۔ ایک حوصلہ بعد پھر اس کے سفلی جذبات بھڑک اٹھے۔

”اے۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ اچانک وہ ایک آواز سن کر چونک گیا یہ روکی تھا۔

”تمہیں ہی ڈھونڈتا ہوا ادھر آ رہا تھا۔“ دلن نے خستہ لہجہ میں کہا۔  
 ”تمہیں اس سچی کے متعلق غلط افواہیں سنیں سوچنا چاہیے؟“ روکی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے براہِ فروختگی سے کہا۔  
 ”سچی۔؟ وہ ہم ہے تمہارا۔۔۔۔۔ وہ سچی نہیں بھلی عورت ہے؟“ دلن نے بھرائی آواز میں کہا۔

”دلن!“ روکی اسے کالم سے پکڑ کر بھینھوٹتے ہوئے بولا۔ ”میں ہرگز اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ تم اس معصوم سچی کو کسی قسم کا نقصان پہنچاؤ۔“  
 ”تم خدائی فوجدار ہو تو کے پیٹھے۔“ دلن اس کے ہاتھ جھٹک کر زور سے چیخا۔ ”میں وہی کروں گا۔ جو میرا دل چاہے گا۔“

”دیکھ لوں گا۔“ روکسی بڑبڑایا۔ دلن اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکتا تھا مگر لہجے میں پہناں دھمکی کے عنصر کو ضرور پہچان گیا۔

اس نے دل میں سوچا یہ وقت روکسی کی مخالفت مول لینے کا نہیں ہے۔ کیونکہ کئی نہ کوئی اقتدار ٹوٹنے والی تھی اور ایسے میں ایک سے دو بہتر ہوتے ہیں سوچا کہ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

”خیر بھول جاؤ اس بات کو دماغ میرا ہی خراب ہو گیا ہے آئندہ میں اپنی جسمانی خواہش کو دبا کر رکھنے کی کوشش کموں گا۔“

”شکر یہ دلن! روکسی ہلا۔“ مجھے خوشی ہے کہ تم صحیح انداز میں سوچ رہے ہو۔“

”اچھا تو پھر آؤ قہیے کا چکر لگائیں کچھ پیسوں کی بھی ضرورت ہے اور اس سور کے بچے کی باتوں کی تصدیق بھی کرنا ہے۔“

”جیسے تمہاری مرضی۔“ روکسی نے سر ہلا کر کہا۔

رات کا سیاہ اور دراز نالین چاروں طرف پھیل چکی تھیں۔ ان کی کار کچے پکے رستے پر ڈمکاتی اور لہرائی ہوئی فاصلے نکل رہی تھی۔

”موڈ پر واقع کو نو سر دس اسٹیشن کے سامنے کار روک دینا۔“ دلن

نے کہا۔

موڈ سامنے ہی روکسی نے رفتار کم کر دی۔ سامنے ہی کو نو سر دس اسٹیشن

واقع تھا۔ پٹرول پمپ کے قریب صرف ایک نوجوان الٹنڈنٹ موجود تھا جس کی آنکھیں نیند کی شدت سے بو پھیل ہو رہی تھیں۔



ڈلن دروازہ کھول کھبا ہر مٹرک پر نکلی آیا۔ گھمورتاریکی نے اس کے جود کو اپنے اندر چھپا لیا تھا۔

”اس میں دس گیلن ڈال دو۔“ روکسی نے لڑکے سے کہا۔

لڑکے کا پیڑول ڈالنے لگا۔ اور ڈلن نے دفتر میں جھانک کر دیکھا۔ اللہ کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر وہ باہر آیا اور لڑکے کے کمانے پیتول تان دیا اور اشک سے اسے اندر چلنے کو کہا۔ پیتول دیکھ کر لڑکے نے مزاحمت کرنا فضول سمجھا اور آفس کی طرف چل دیا۔

”تم مجھے پہچانتے ہو؟“ ڈلن نے اسے کمری پر دھکیلنے کے بعد پوچھا۔

”نہیں۔ نہیں جناب۔“ لڑکا سہم کر بولا۔

”تو سن لو مجھے ڈلن کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کیا اب بھی نہیں پہچانتا؟“

”مم۔ میں آپ کو نہیں....“ حج جانتا جناب۔“ لڑکا ہٹکلا یا۔

”کیا تم نہیں جانتے کہ میری گھر قناری پر اقامت کر گیا گیا ہے؟“

لڑکے نے جواباً نفی میں سر ہلایا۔ روکسی نے میز پر پلٹا ہوا اخبار اٹھایا

اور صفحوں پر نظر دوڑانے لگا۔ اس نے سارا اخبار چھان مارا مگر اس میں کہیں

بھی ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا تھا۔

”وہ واقعی الو کا پٹھا نکلا۔“ روکسی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس میں کہیں

بھی ہمارا ذکر نہیں ہے۔“

”میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ وہ حرامزادہ فراڈ کر رہا ہے۔“

ڈلن چلا یا۔ پھر وہ یونہی کافی دیر تک روکسی اور جو پر چلا تار ہا۔

اس کے بعد انہوں نے اس کے دفتر میں موجود ساری رقم سیٹی اور لہجے کے کدے ہوش  
کمرے کے کار میں بیٹھے اور قصبے کو روانہ ہوئے میلوں کی مسافت طے کرنے کے بعد  
وہ جو کے ٹھکانے پر جا پہنچے۔

”تم کہیں رکھو...“ ڈلن یا ہر نکلی کہہ بولا۔ ”میں اسے نکال کہلاتا ہوں۔“  
جو کے کمرے میں موم بتی جلی رہی تھی۔ ڈلن نے کمرے کو دھکیلا مگر کمرہ  
اندر سے بند کیا گیا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد جو باہر  
نکلا ڈلن کو دیکھ کر اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ڈلن اسے دھکیلتا اندر لے گیا  
اور کمرے کا بولٹ چرٹھا کر اس کی طرف پلٹا۔

”سیدھے ہاتھ سے میری تمام رقم نکال دو مسٹر۔“ ڈلن کا لہجہ گونہ گونہ تھا مگر  
درپردہ اس میں درندگی مضمر تھی۔ ”تم نے مجھے ڈبل کہا اس کیا ہے۔“  
”مم۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“ جو منہ پایا۔

”وہ رقم کہاں ہے۔ جس کے متعلق تم نے جھوٹ بولا تھا۔ کہ تم جوئے میں  
گنوا بیٹھے ہو۔“

”مم۔ میرے پاس تو یہی رقم ہے جو تم نے مجھے آج دی تھی باقی رقم میں  
واقعی مار بیٹھا ہوں۔ یہ رقم تمہارے شک لے سکتے ہیں، جوئے کہا۔ اور نوٹوں کی  
ایک گڈی نکال کر اس کے سامنے ڈال دی۔

”باقی رقم کہاں ہے۔ سچ پچ بتاؤ۔“

”مم۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ۔“

”تمہارا رخسارے پڑنے والے تھپڑ نے اسے فقرہ مکمل کرنے کی ہمت ہی

نہ دی۔

”میں صرف سچ سنتا چاہتا ہوں، دوسری مصدقہ میں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ اس نے تھا من کے بڑا بیگ پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔  
 ”خدا رکھو۔“ جو بول کھلا کر بولا۔ ”میں تمہیں باقی رقم بھی دے رہا ہوں؟“  
 اس نے میز کی دراز سے نوٹوں کی دوسری گڈی نکال کر ڈلن کے سامنے رکھ دی۔  
 ”ڈلن نے ساری رقم لٹی اور حیب میں ڈال کر بولا۔ ”یہ پوری نہیں ہے۔“  
 ”باقی رقم کی میں نے کار خرید لی تھی۔“ جو گھنگھکیا۔  
 ”چلو یا بھرتلو ابھی تمہاری گلو خلاصی نہیں ہوتی۔“  
 جو گھسٹتا ہوا باہر نکلا۔ اور کار میں آکر بیٹھ گیا۔  
 ”دریا کی طرف چلو۔“ ڈلن نے روکسی سے کہا۔  
 کار چل پڑی۔ اور سفر خاموشی سے گزرنے لگا۔  
 ”ت۔ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟“ کافی دیر بعد جو نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔“ ڈلن نے ایک مکہ اس کی ناک پر جڑتے ہوئے کہا۔ جو نے چرخہ کہ منہ چھپایا اور سکیاں بھرنے لگا۔  
 چاند کی مسوکن روشنی میں پل سے نیچے دریا کا پانی تھا بھیس مارتا ہوا۔  
 بالکل چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ .... ڈلن نے کار کو آئی  
 ”اسے باہر نکالو۔“ ڈلن نے پھیلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔  
 ”میں دوبارہ سیٹ وصولی کے موڑ میں نہیں ہوں۔“

جو ہڈیاں انداز میں چھینے چلانے لگا۔ ان دونوں نے مل کر اسے باہر نکالا زمین پر پٹخ دیا۔ خوف کی زیادتی نے جو کہ ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا۔ وہ ہڈیاں انداز میں چینیٹا ہوا اٹھ کر بھاگنے لگا۔ مگر پے در پے گولیوں کی بوچھاڑ نے اسے زیادہ دور تک نہ جانے دیا۔ کئی گولیاں اس کے جسم کو چھیدتی گزر گئیں۔ دلن اس کے مردہ جسم کو ٹھٹھاتا دریا کے کنارے لے گیا اور اسے ڈھلوان سے نیچے دھکیل دیا۔ چاند کی روشنی میں جو کا مردہ جسم نیچے گرتا ہوا۔ بڑا خوفناک منظر پیش کر رہا تھا۔ پھر ایک جھپکا ہوا اور اس کا جسم پانی کی گہرائیوں میں گم ہو گیا۔ آج کی رات مچھلیوں کی خوب عیش ہے گی۔ دلن خوفناک انداز میں قہقہہ لگا کر بولا۔

اس کے پیچھے کھڑا ہوا روکی خشک پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

اگلے دو دن بھی یوں ہی گزر گئے۔  
تیسرے دن صبح کے وقت ناشتے کی میز پر ماحییر نے جو کا ذکر پھیر دیا۔  
آج جو واپس آ رہا ہے۔ کیونکہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ واپس

”کہ مجھے قبیضہ میں خرید و فروخت کی غرض سے لے کر جانے لگا۔“  
 یہ سن کر روکسی نے منی خیز انداز میں ڈلن کی طرف دیکھا جو گرد و پیش سے  
 لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھانے میں مشغول رہا۔

”ہم نے اس سے ریڈ لیڈ لانے کو کہا تھا۔“ روکسی نے یو نہی کہہ دیا۔  
 ”وہ ضرور لانے لگا۔“ ماسٹر جلدی سے بولی، ”بشرطیکہ اس نے وعدہ  
 کیا ہو۔۔۔ میرا بیٹا وعدے کا پکا اور بات کا کھرا ہے ہر شخص اس پر اعتبار  
 کر لیتا ہے۔“

”اعتبار کر لینے ہی کی بنا پر تم آج وہ دریا کی اتفاق گہرائیوں میں گہری نیند  
 سو رہے۔“ روکسی نے سوچا۔

کھانے سے فراغت پا کر روکسی، کہہ لسی کو ڈھونڈنے باہر نکل گیا۔ ڈالمن فارم  
 ہاؤس سے باہر آن کھڑا ہوا وہ اپنے ذہن میں آئندہ کے لئے پروگرام مرتب کر رہا تھا اس  
 کے خیال میں اب اس جگہ زیادہ عرصہ گزارنا ناممکن ہو چکا تھا۔

ابھی وہ اپنے خیالات میں منہمک ہی تھا کہ اس نے کہہ لسی کو فارم ہاؤس سے  
 نکلے دیکھا۔ اس کی نگاہیں کہہ لسی کے چہرے سے پھسلتی ہوئی۔ اس کے تمام  
 جسم پر چھانکریں۔ اس کے جسم میں پوشیدہ وحشت کا طوفان ابھڑا ایسا لینے  
 لگا۔ جن جذبات کو اس نے بڑی مشکل سے دبا یا تھا۔ وہ اب عورت کی ایک  
 ہی عریاں نظر پر دوبارہ اس کے جسم میں تہہ پہنے لگے۔ شیطان نے ارادوں پر اپنا  
 تسلط بنایا تو وہ کہہ لسی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

”گڈ بیا۔“ اندر کا شیطان پکارا۔ یہ لپٹول چلاؤ گی؟ یہ کہتے ہوئے

اس نے پستول بڑی مہارت سے انگلی پر گھمایا

”روکسی کہاں ہے، میں اس کے ساتھ کھیلنے جاؤں گی۔“

ڈلن کے جبرے بھینچ گئے مگر اس نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے نرمی سے کہا

”روکسی مار لے کہ کہیں کیلے، تم میرے ساتھ چلوں میں تمہیں پستول چلا نا سکھاؤ

مگر بھروسہ یہ پستول تم نہیں چلا سکو گی تمہارے لئے یہ رلیو اور ہتھکڑیاں کا بہ کمر لپی  
کی آنکھوں میں دل چسپی کی چمک بھراؤنی اوروہ یہ بھلا بیٹھی کہ اسے روکسی کی تلاش  
ہے..... ڈلن اسے رلیو اور کے متعلق بتا رہا تھا۔

”اس سے تو بہت زوردار دھماکہ ہوتا ہو گا!“ کہہ لسی نے اشیاق سے

کہا۔

”ہاں۔ بہت مزیدار دھماکہ ہوتا ہے اور تمہارے جیسی طاقتور لڑکی کے لئے

تو یہ رلیو اور بالکل ایک ٹھکانہ ہے۔ آؤ ان درختوں کے پیچھے چلتے ہیں وہاں  
تم خود چلا کر دیکھ لینا۔“

ڈلن درختوں کی طرف چل پڑا کہ لسی مقوڑی دیر چپکچاتی رہی پھر شوق

سے مغلوب ہو کر اس کے پیچھے چل دی۔

”کیا تمہارے پکڑ سکتی ہوں۔“ اس نے رلیو اور کی طرف اشارہ کیا ڈلن

نے چیمبر میں سے گولیاں نکال کر جیب میں ڈالیں اور رلیو اور کہہ لسی کے ہاتھ  
میں پکڑا دیا۔ ذرا احتیاط سے پکڑنا ہے بی کہیں بھولے سے چل ہی نہ جائے  
اس نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ روکسی کے پاس اس سے بھی بڑا رلیو اور ہے۔“

”ادنبہ۔ یہ ریلو اور اس کے ریلو اور سے بہت اچھلے تم چلا کر دیکھتا۔“  
درختوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ کہ لسی جوش بھرے انداز میں ریلو اور  
کو کھلنے کی طرح تھلے چل رہی تھی۔

چلتے ہوئے ڈلن کا کندھا کہ لسی کے کندھے سے ٹکراتا تو اسے اپنے جسم  
میں بجلیاں کوندتی محسوس ہوتیں۔ وہ بھڑے ہوئے ہاتھی کی طرح لمبے لمبے سالن  
لے رہا تھا۔

ایک جگہ پہنچ کر ڈلن گھاس پر بیٹھ گیا اور کہ لسی کو بھی قریب پٹھا کہ بولا۔  
”اب میں تمہیں بتاؤں گا، کہ ریلو اور کیسے چلتا ہے؟“ اس نے مکبانے کی  
کووشش کی۔ مگر جہرے پر پھائی ہوئی وحشت چھپ نہ سکی۔ کہ لسی اس کی صورت  
دیکھ کر قد سے خوفزدہ نظر آنے لگی۔ ایسا معلوم ہونے لگا۔ جیسے وہ ابھی وہاں  
سے بھاگ اٹھے گی۔

ڈلن کی وحشت غرض پر پھٹی اس نے پھٹ کر کہ لسی کی کلائی پکڑ لی کہ لسی  
دم بخود کھڑی اس کی حرکات دیکھ رہی تھی۔ ڈلن کے ہاتھ سرکشی کے مراحل طے  
کرتے ہوئے کمر تک پہنچے اور پھر وہاں سے ہوتے ہوئے گداز کر لہوں پر  
پہنچ کر تیزی سے مقرر کئے گئے۔

کہ لسی یکدم بری طرح لمبلی اور مکنی مچھلی کی طرح اس کی گہفت سے  
نکل کر دور جا کھڑی ہوئی۔ بے انتہا خوف کے مائے اس کی ٹانگیں کانپ  
رہی تھیں۔ دوسری طرف ڈلن کو نقصانی خواہشات نے اندھا کر دیا تھا۔  
وہ ایک ہی جست میں کہ لسی پر جا پڑا اور اسے اپنی یا نہوں کے حصار میں لے

بدی طرح چوستے چلنے لگا۔ اس کے حلق سے غیر انسانی آوازیں خارج ہوتی  
 تھیں، پھر اچانک کمر لسی دوبارہ اس کی گردنت سے نکل گئی اس مرتبہ  
 اس کی گردنت سے نکلنے ہی وہ سیدھی ایک طرف دوڑ پڑی۔ ڈلن اس کے پیچھے  
 بھاگا۔

ابھی یہ دوڑ جا رہی تھی اور ڈلن ہزار کدشش کے باوجود اپنے اور  
 کمر لسی کے درمیان فاصلے کو کم بھی نہ کر سکا تھا۔ کہ اسے ٹھٹک کمر رک جانا پڑا  
 سانس روکھی کھڑا تھا۔۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں غیض و غضب کی بجلیاں کھنکھن  
 رہی تھیں۔

”آج مجھے تمہاری اصلیت معلوم ہو گئی ہے، جنسی درندے، وہ غرا کر بولا  
 ڈلن کوئی جواب دیئے بغیر گھاس پھیل گیا۔ روکسی نے جھپٹ کر اس  
 کے کوٹ کا کالر پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ اور بولا، ”میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا  
 کہ اپنے غلیظ پنچے اس معصوم لڑکی سے دور رکھو گے مگر تم نے میری بات پر کوئی  
 دھیان نہیں دیا۔ آج میں تمہاری اس درندگی کو منوں مٹی میں دفن کر دوں گا  
 جو تمہیں بالکل اندھا اور انسانیت سے عاری بنا دیتی ہے۔“ یہ کہتے ہوئے  
 اس نے ایک زبردست مکہ ڈلن کے جبریلے پر مارا۔ ڈلن لڑکھڑا کر دوڑ  
 جا گیا اس کے ساتھ ہی روکسی نے بھی اس پر جھپٹا کر ایک طرف سرک گیا۔ روکسی  
 غافل نہ تھا روکسی کا جسم اس پر جھپٹا تو وہ ایک طرف سرک گیا۔ روکسی  
 اپنی جھونک میں گہرا اگلے لمحے ڈلن نے اسے گھونسوں اور مکوں پر رکھ لیا۔  
 روکسی نے رافعت کی ڈلن لڑکھڑایا۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روکسی



نے ایک ٹکڑے کے چھلکے ہوئے منہ پر ماری جو کہ کافی شدید تھی ڈلن کی آنکھوں میں  
خون اتر آیا۔ اور اب ایک سرومزانہ شخص خوشخوار درندے کا روپ دھار چکا تھا  
اس نے اپنی کھردری انگلیاں روکسی کی آنکھوں میں گھسا دیں، روکسی کی چیخیں  
بے انتہا گہرے ناک اور دلدوز تھیں۔ اس کی آنکھوں سے خون کے قطرے ابل  
پڑے تھے۔ جسم ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اس نے آخری مداخلت کے  
طور پر ڈلن کے سینے پر کھونٹہ مارنا چاہا۔ مگر وہ ہتھ کھینچ کر ڈلن کے گٹھنوں  
میں جا دیا۔ اس کی مداخلت ختم ہوتے ہی ڈلن اس کے سینے سے اتر کر کھڑا ہو گیا  
روکسی کا جسم کافی دیر تک پھلی کی طرح تڑپتا رہا۔۔۔۔۔ اور پھر بے حس  
ہو گیا۔

مجھ سے ٹکڑے کا انجام موت ہوتا ہے۔ ڈلن دانتے ہوئے بڑبڑایا  
پھر اس نے حقارت سے روکسی کی لاش پر حقو کا اور فارم ہاؤس کی طرف چل پڑا۔  
دھالے وڈ اسٹور میں سے بیلچہ مل گیا۔ بیلچہ لے کر وہ چھپتا چھپاتا اسی جگہ  
پہنچا جہاں روکسی کی لاش پڑی تھی۔

گمراہا کھود کر اس نے روکسی کی لاش کو اس میں اتارا اور جلدی جلدی  
مٹی ڈالنے لگا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بیلچہ وہیں چھپایا  
اور واپس فارم ہاؤس کی جانب روانہ ہو لیا۔

قبر کے نزدیک جھاڑیوں کے اندر چھپی ہوئی کھرسی بڑی حیرت سے  
یہ سب کچھ دیکھ چکی تھی۔ ڈلن کے جاتے ہی وہ جھاڑیوں سے باہر نکلی  
اور روکسی کی قبر کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ اس طرح بستر پر ڈھیر ہو گیا جیسے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے آ رہا ہو۔

حالات بدست بدست ہوتے جا رہے تھے۔ کل جانے کیا ہو جائے ایک ایک کمرے اس کا ساتھ دینے والے تمام ساتھی اس کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے اب وہ الیہ تھا اور غفرہ تھا دل فرشتاں میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے پاس پیسہ تھا۔ کار بھی گم کر گیا وہ ابھی یہاں سے نکلنے کی جرأت کر سکتا تھا۔ اس نے دل میں سوچا۔ نہیں فی الحال وہ کہیں نہیں جائے گا۔ اس نے خود کو فیصلہ سنا دیا کہ کسی کی موت کاٹے ذرہ بڑھ بھی ملال نہ تھا کیونکہ اس کا اصول تھا کہ سچے سے اکھڑنے والے شخص کو بالکل اکھاڑ پھینکنا چاہیے۔ کہ نہ جانے کب وہ اسے بھی لے ڈو لے۔ کہ لپی کی جاب سے وہ بے فکر تھا کیونکہ اس کے خیال میں وہ پاگل لہڑائی گذشتہ واقعہ کو بھلا بیٹھی ہوگی۔

رات دے پاؤں چلی آئی۔ ماسٹر کھیتوں کی طرف سے آرہی تھی واپس اس وقت باہر آئے گھرا ہوا تھا۔  
 ”روکی چلا گیا۔“ اس نے بڑھیا کو بتایا۔

ہاں۔ لیکن کیوں؟“ بڑھیا نے استعجاب سے پوچھا۔  
 ”بس چلا گیا۔ شاید آتا کیا تھا اس جگہ سے۔ اب تو میں بھی جلد ہی یہاں  
 سے چلا جاؤں گا۔“

”پتہ نہیں یہ جو کچھ ابھی تک آپس میں آیا۔“ بڑھیا نے کٹولیش سے کہا۔  
 ”آج کل مصروف ہو گا نا۔ کھانے جو گیا ہے۔“ یہ کہتے ہوئے ڈن سوچ  
 رہا تھا کہ اب اسے یہاں سے چل دینا چاہیے ورنہ کل کلاں کو کسی بھی وقت بڑھیا  
 اُفت کھڑی کر سکتی ہے۔۔۔ تو پھر ٹھیک سے۔۔۔ آج ہی راستے کی جھے میں وہ  
 چپ چاپ یہاں سے نکل جائے گا۔

”اے ہاں میں تمہیں ایک بات بتاتا تو بھول ہی گئی۔“ بڑھیا نے کہا۔  
 ”آج میں نے قریبی الیکٹرک پول پر ایک اشتہار چسپاں دیکھا تھا تمہاری  
 تصویر شائع کی گئی ہے اور گم قاری پر پانچ ہزار ڈالر کا انعام مقرر کیا گیا ہے۔  
 یعنی ذمہ دار مردہ گم قاری کو پانچ ہزار ڈالر کا انعام ملے گا۔۔۔۔۔“  
 بڑھیا کے الفاظ اس کے کانوں میں سیسے کی طرح پگھلتے گئے اور وہ من ساکھڑا  
 یہ سب کچھ سن رہا۔ بڑھیا کو وہیں پھونڈ کر وہ الیکٹرک پول کی طرف دوڑا جہاں  
 واقعی اس قسم کا اشتہار چسپاں تھا، جب وہ واپس آیا تو بڑھیا نے صاف لفظوں  
 میں سنا دیا کہ صبح تک یہاں سے چلا جائے۔  
 اب تو واقعی آج رات کو یہاں سے نکل ہی جانا چاہیے۔۔۔۔۔ یہ سوچتے  
 ہوئے وہ کمرے میں لوٹ آیا۔۔۔

رات کو آٹھ بجے ماچس لکھانے کی مین پر کہہ رہی تھی۔

”نہ جانے کر لی کہ کیا ہو گیا ہے؟“  
 ”کیا مطلب؟“ ڈلن نے چونک کر پوچھا۔  
 ”کسی سے بات ہی نہیں کرتی، اداس اداس کی ہے اور غلاف معمول آج  
 سر شام کمرے میں جا کر سو گئی ہے۔“

”روکسی کے ساتھ اس کا دل لگ گیا تھا، شاید اس کے جانے کی وجہ سے  
 اداس ہے۔“ ڈلن نے لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔  
 ”— میں نے تو اسے ابھی روکسی کے متعلق بتا یا ہی نہیں کہ وہ چلا گیا ہے؟“  
 ”روکسی خود ہی اسے بتا گیا ہو گا؟“ ڈلن نے شانے اچکا کر کہا۔  
 کھانا کھا کر وہ فوراً ہی اپنے کمرے میں چلا آیا، بوڑھی ماسٹرسٹر برتن  
 دھونے میں مصروف ہو گئی اور بوڑھا پاؤں گھسیٹتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چل آیا  
 موسم ہتی کی تھکر کتی لو پر ڈلن کا بہت بڑا سایہ دلوار پر پڑ رہا تھا اور  
 ذہن مامنی کے دھندلکوں میں دور تک نکلتا چلا گیا۔ ماٹھے — بچ — جونی  
 — ہرسٹ — جو اور روکسی — یکے بعد دیگرے اس کے دماغ پر گزرنے لگے۔  
 تھے۔

آج ایک مدت بعد اس نے اپنا اصول توڑ دیا، اور خوب جی بھر کے اس کچر  
 کے کئی گلاس پی ڈالے۔ شراب نے اس کے اندر اک نیا دلولہ پیدا کر دیا۔ اس کچر  
 کا چمٹا گلاس چڑھانے کے بعد بوتل ختم ہو گئی اور وہ ہماری طرح کھانسنے لگا کھانسی  
 طویل تھی کھانسنے ہوئے وہ لڑکھڑاتا ہوا لیٹر پر گر گیا، تھوڑی دیر پہلے ہی انکھیں  
 بند کئے پڑا وہاں پھر جیسے ٹٹولیں اور نوٹوں کی ایک گڑی برآمد کی، نوٹوں کو

گنا پھر ان کے دو حصے کئے اور مختلف جیسوں میں ٹھونس لیا۔

بڑھیا اپنے کمرے میں جا کر لیٹ چکی تھی، کافی دیر تک وہ لیٹا ہوا  
آہٹیں سنتا رہا۔ دور دور تک سناٹا تھا۔ ماحول بھی جیسے اونگھ رہا تھا۔۔۔  
اچانک اسے جھبر بھری سی آگئی۔ سفلی جذبات کا طوفان ایک بار پھر بھڑک  
اٹھا۔ عورت کی طلب اس مرتبہ اتنی شدت سے اس کے دل میں اٹھنی تھی، کہ  
وہ ہر قسم کی دیوار کو توڑنے کا فیصلہ کر کے اٹھ بیٹھا۔۔۔ پھر اچانک دل  
سے اک ہول سی آہٹی۔ آہ۔۔۔ مائتہ۔۔۔ آہ۔۔۔ فین۔ پھر اک جھٹکے  
سے وہ اٹھا، لڑکھڑایا، گھبرا، پھر اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔۔۔  
میز سے لکڑا کر دوبارہ گہرا اس کے ساتھ ہی اس پر چلتی ہوئی موم بتی نیچے گہرا  
کہ کچھ گئی بیٹھے ہی بیٹھے اس نے جوتے اتارے اور دوبارہ لڑکھڑاتا ہوا کمرے  
سے باہر نکل آیا۔

اس کا انگ انگ کمر لسی کو پکار رہا تھا ہوس کے جذبات کا طوفان ناسورن کہ  
اس کے حیم میں پھیل گیا تھا۔

کمر لسی کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اندر گھسپ اندھیرا تھا۔ اس نے دروازہ  
مقفول کیا اور اندھیرے میں ٹانگ لٹایا، مارتا ہوا پلنگ سے جا لکڑا یا اور گہرا  
پلٹا۔۔۔ پلنگ کے پائے کا سہارا لے کر وہ اٹھا اور لحاف کے اندر اپنے ہاتھ  
دور ڈالنے لگا۔ کمرے میں کمر لسی کی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کمر لسی  
کا منہ ٹٹولنے لگا۔۔۔۔۔ اور پھر یکدم اس کا دماغ بھبک سے اڑ گیا۔ اس  
کا ہاتھ کسی سرد شے سے ٹکرایا تھا۔ گھبرا کر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور پھر لیے چینی

سے چہرہ ہٹولنے لگا۔ اس کا ہاتھ پلنگ پر لپیٹے ہوئے شخص کی پیشانی، ناک  
 رخسار اور ہونٹوں سے سرکتا ہوا سینے تک آیا۔ .... مگر وہ کیا چیز تھی جو اسے  
 پسند نہیں آ رہی تھی۔ ٹھنڈے ٹھنڈے گال ہونٹ .... اور .... اس کا  
 سارا جسم پسینے سے شرالور ہو گیا۔ جیب سے ماحچہ نکال کر اس نے ایک تیلی جلائی  
 اور پھر سارا کمرہ روشن ہو گیا۔

سامنے ملی گارے میں لقمہ اہوار و کسی کا جسم پڑا تھا۔ ڈالین ہڈیاں آواز  
 میں چیخ اٹھا۔

پلنگ سے دوسری لپیٹی ہوئی کمر لسی اٹھ کر بیٹھ گئی اس کے ہاتھوں میں  
 دیا ہوا رلیو اور آہستہ آہستہ اونچا ہوتا جا رہا تھا۔  
 تیلی بجھ گئی اور پھر کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔

اچانک کمرے میں اعضاء شکن دھماکے کے ساتھ ایک شعلہ لپکا۔ ڈالین  
 کے حلق سے بھیانک چیخ خارج ہوئی اور وہ سینہ محکمے فرش پر گر پڑا۔  
 درو کی ایک طویل اور ناقابل برداشت لہر اس کے سینے میں اٹھی اور  
 آخری گھٹی گھٹی چیخ کے ساتھ وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ یہ پتھر کی موت تھی۔

حتم شد

طاہر رانا لاٹل پور